اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اگست 2012ء

توبہ ہر روحانی مقام کی کنجی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا روحانی و اصلاحی خطاب

میری عروسِ فکر کا عنوان ہیں مصطفیٰ ﷺ

تحریکی زندگی میں نظم و ضبط

ترکی میں خاموش انقلاب اور اس کے محرکات

حمد باری تعالیٰ جل جلالہٗ

صبح دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے
لب پہ بے ساختہ بس حمدِ خدا آتی ہے

پھرنے " ہیں مری آنکھ میں میزاب وحطیم
یاد جب صحنِ مقدس کی فضا آتی ہے

کوئی فن اور ہنر پاس نہیں ہے میرے
تیرے محبوب کی بس حمدو ثنا آتی ہے

مشکلیں جب { آتی ہیں سر راہِ حیات
دستگیری کو وہیں تیری عطا آتی ہے

امتِ خیرِ مجسم کو بھی ہو خیر نصیب
ہر گھڑی لب پہ یہی ایک دعا آتی ہے

ساتھ لے آتی ہے محرابِ حرم کی خوشبو
جب مدینے سے کوئی موجِ صبا آتی ہے

خواہشِ نفس کا Pآد چھٹے دل سے غبار
تب { جاکے ™ شانِ خدا آتی ہے

(محمد Pآد مجددی)

نعت بحضور سرورِ کونین A

رحلِ انوار پہ ہے اُنؐ کی ثنا کا چہرہ
اور مصروفِ تلاوت ہے صبا کا چہرہ
حرفِ آخر میں فرامینِ رسولِ آخرؐ
باعث عظمتِ انساں ہے حرا کا چہرہ
میں نے توصیفِ پیمبرؐ کے جلائے ہیں چراغ
عجز کے پانی میں ڈوبا ہے انا کا چہرہ
آج بھی نقشِ پیمبرؐ کو یہ بوسہ دے گا
صبحِ روشن سے بنا ارض و سما کا چہرہ
میرا کاسہ L خالی نہیں ہونے دیتے
وجد میں رہتا ہے آقاؐ کی عطا کا چہرہ
کتنا دلکش ہے زرِ خاکِ مدینہ کے طفیل
میرے اسلوبِ جدیدہ میں دعا کا چہرہ
جب سے خوشبو نے سنائی ہے اسے نعتِ رسولؐ
پھول بن بن کے £ ہے ہوا کا چہرہ
حوضِ کوثر سے ملا جام خنک پانی کا
کھل اٹھا حشر میں بھی شاہ و گدا کا چہرہ
فاختاؤں نے درِ عالی پہ آنسو رکھے
زخم خوردہ ہے ابھی شہرِ وفا کا چہرہ
فرش سے عرش تلک ہیں شبِ اسریٰ کے نقوش
اس لئے آج بھی روشن ہے خلا کا چہرہ
آنسو آنسو ہے فضا شامِ غریباں کی ریاضؔ
غم زدہ آج بھی ہے کرب و بلا کا چہرہ

(ریاضؔ حسین چودھری)

اداریہ:

صبر، استقامت اور فراست کا امتحان

☆ قارئین کرام! جب تک یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں جائے گا، آپ ان شاء اللہ رمضان المبارک کی ر8 ں کے سائے میں شب و روز گزار رہے ہوں گے۔ اس مرتبہ رمضان زیادہ گرم اور طویل ایام میں آرہا ہے۔ ملک میں مہنگائی کے علاوہ توانائی کا بحران بھی موجود ہے جو اس صبر اور برداشت کی آزمائش میں مزید اضافہ کرے گا۔ قمری r ر اللہ تعالیٰ کی £ ں اور A ں پر مبنی نظام کائنات کا حصہ ہے۔ یہ ہر خطے میں ہر سال موسم کے p ات کے ساتھ تبدیل ہوکر آتا ہے۔ یوں گرمیوں اور سردیوں کے موسم اور چھوٹے اور بڑے دنوں کی بھوک پیاس انسان کو مختلف تجربات اور مجاہدہ سے h رکرتی ہے۔ انسانی Ë میں چونکہ سہل پرستی بھی ہے اور آرام طلبی بھی اس لئے تربیت کے جملہ گوشوں کی تکمیل اسی صورت میں ممکن تھی کہ اسے ہر موسم کی تلخی اور تجربات سے گزارا جائے۔ بات تو صرف عزم و ہمت اور مضبوط ارادے کی ہے۔ دن چھوٹے ہوں یا لمبے، موسم سردی کا ہو یا گرمی کا، روزے دار خواتین و حضرات پُرعزم ہوں اور اس روحانی پریکٹس کو روحانی F ریوں کا علاج ™ کر دل و جاں سے قبول کریں تو کوئی ذہنی اور جسمانی مسئلہ آڑے نہیں آتا۔

☆ رمضان اور قرآن کا باہمی m بھی بڑا اہم ہے۔ قرآن کی تلاوت رمضان المبارک میں نماز تراویح کی صورت میں } ت ہوتی ہے۔ ہر شخص زیادہ سے زیادہ قرآن حکیم پڑھ کر نیکیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر مسلمانوں نے اس قرآن خوانی اور اس کی سماعت کو ایک رسم کی شکل دے دی ہے۔ روح رمضان یہ ہے کہ قلب و اذہان کی تطہیر کی جائے اور اس تطہیر کے عمل کو قرآن فہمی سے مستحکم کیا جائے لہذا قرآن کی تلاوت کرنا صرف رمضان کا معمول نہیں É روزمرہ کا معمول ہونا چاہئے۔ قرآن سننا بلاشبہ ثواب ہے مگر محض سننا اور پڑھنا کافی نہیں۔ آج ہر مسلم کو قرآن کے ساتھ علمی، عقلی، فکری اور عملی m کو مستحکم کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس وقت عالم اسلام پر جس قدر مصائب اور مشکلات کے بادل چھائے ہوئے ہیں ان میں سے 9 کا حل، قرآن سے شعوری، جذباتی اور عملی وا Õ کے ساتھ مشروط ہے۔ مسلمانوں نے اولاً تو قرآن کو فراموش کردیا ہے یا پھر اسے غلاف میں • کر الماریوں میں سجادیا ہے اور اگر { رمضان میں پڑھنے G کا موقع ملتا ہے تو اس پر غور و فکر کی زحمت گوارا نہیں۔ حالانکہ قرآن باقاعدہ ایک فلسفہ، ایک تعلیم، نظریہ حیات اور شعور مقصدیت دینے آیا ہے یہ سب کچھ غور و فکر اور تفہیم و تعلیم سے ممکن ہو Y ہے۔

☆ رمضان میں ہر نیکی کا اجر چونکہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے اس لئے لوگ زکوٰۃ جیسے اہم مالی فریضے کی ادا 5 کو رمضان میں ہی ممکن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ¶ ں میں زکوٰۃ کی مد میں کٹوتی بھی پہلے روزے سے ہوجاتی ہے۔ یہ صرف ہمارے ملک میں حکومتی آرڈیننس کے نتیجے میں ہورہا ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ کی رقم ہر انسان کو اپنے حقدار، جان T ان والے قریبی ò ں میں دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مگر یہ ضیاء الحق مرحوم کے ''نفاذِ اسلام'' کی حکمت عملی ہے چاہے رقم کسی سے ادھار لے کر بنک میں رکھی گئی ہو اور اس پر مقررہ مدت کا اطلاق بھی نہ ہوا ہو، کٹوتی ہوجاتی ہے۔ اس وقت ہمارے x ان، عوام کی بنیادی ضرورتوں سے 8 عاری ہیں۔ ہر شعبے میں کرپشن اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ سابقہ وزیراعظم اور ان کی پوری فیملی حج کرپشن کیس میں عدالت کی # ں Û رہی ہے، ایسے میں کیا ضمانت ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا اE ل درست اور جائز مدات میں ہوتا ہوگا؟ اس لئے ¶ ں کو % اجازت زبردستی زکوٰۃ کی رقم کی کٹوتی نہیں کرنا چاہئے تاکہ ہر شخص اپنے اپنے دائرے میں حسب ضرورت و حیثیت زکوٰۃ دے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوسکے۔ حکومت کے باقی امور میں جب شفافیت اور امانت و

دیانت کا معیار متحقق ہوجائے گا تو یہ زکوٰۃ بھی وصول کرکے تقسیم کرسکتی ہے۔ زکوٰۃ اسلام کے فلاحی نظام معیشت کا حصہ ہے۔ اس کے ذریعے امیر اور غریب کے درمیان غیر معمولی U بننے سے رکاوٹ ڈالنا مقصود ہے۔ یہ ضرورت مند کو بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا ایک قدرتی نظام ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت مسلمان پوری دنیا میں مجموعی طور پر زیادہ غریب اور بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ اس تصور کو سامنے رکھتے ہوئے انفرادی زکوٰۃ کی طرح حکومتی سطح پر بھی امیر ~ لک غریب مسلم ~ لک کو امدادی رقوم فراہم کرM ہیں مگر 9 عرب ~ لک کا سرمایہ یورپ اور امریکہ کے ¶ ں میں پڑا ہوا ہے اور ایشیائی خطوں کی طرح افریقہ کے کئی ایسے ~ لک آج بھی موجود ہیں جہاں خوراک اور صحت کی بنیادی ضرورتیں بھی x نہیں۔ مسلمانوں کو رمضان المبارک میں انفرادی، اجتماعی اور قومی سطح پر بھی گردشِ دولت کے نظام کو اپنانا چاہیے۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ایک بین الاقوامی فلاحی و رفاہی تنظیم ہے جو ہر شعبہ حیات میں معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی خیر و < ئی کے لئے مصروف عمل ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن امداد باہمی کے اسلامی تصور کے تحت معاشرے کے خوشحال طبقے کے تعاون سے متاثرہ اور بدحالی میں مبتلا معاشرے کے افراد کی زندگی کو خوشحالی تعلیم، صحت اور فلاح عام کے لئے منصوبہ جات پر عمل پیرا ہے۔ اس وقت MWF کے زیر اہتمام سکولز، کالجز، فری ڈسپنسریاں، یتیم اور بے سہارا بچوں کا سہارا آغوش، یتیم بچیوں کی شادیاں اور دیگر عظیم فلاحی منصوبہ جات کامیابی کے ساتھ معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کررہے ہیں۔ معاشرے کے مخیّر حضرات اور وسائل رکھنے والے احباب منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے ان منصوبہ جات میں عملی طور پر شریک ہوکر اللہ اور اس کے رسولِ مکرم A کی خوشنودی اور رضا کو سمیٹتے ہوئے دنیا و آخرت میں < ئی کے حقدار ٹھہر M ہیں۔

☆ رمضان کا آخری عشرہ برکاتِ روحانی کا عروج ہوتا ہے اس لئے اس میں حضور A نے اعتکاف کا مبارک عمل تاحیات جاری رکھا۔ اعتکاف انفرادی بھی ہوتا ہے اور اجتماعی بھی۔ لوگ گھروں میں بھی معتکف ہوتے ہیں اور مسجدوں میں بھی اور بعض خانقاہوں پر بھی بیٹھتے ہیں۔ تاہم تحریک منہاج القرآن نے اس e میں بھی ایک تعمیری طرح ڈالی ہے۔ نیکیوں کے موسم بہار کے عروج میں ہونے والے اعتکاف کی سنت کو امت کے W تر فائدے کے لئے اس میں وسعت و اجتماعیت کا رنگ غالب کردیا گیا ہے۔ منہاج القرآن کے مرکز میں ہونے والے اعتکاف میں انفرادی اورادو وظائف کے ساتھ ساتھ تعلیمی، دینی اور " تربیت کا اہتمام بھی شامل ہوتا ہے یوں اعتکاف کے بعد جہاں انسان اپنے ایمان میں تازگی محسوس کرتا ہے وہاں اسے اسلام کے حوالے سے اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ تحریک کے زیر اہتمام منعقدہ شہر اعتکاف کی انفرادیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمی اور روحانی Ä ہے۔ آپ ہر سال اجتماع اعتکاف سے مخصوص اوقات میں خطاب فرماتے ہیں جو پوری دنیا میں نشر ہوتے ہیں۔ اس طرح اعتکاف کی اثر انگیزی پوری دنیا میں محسوس کی جاتی ہے۔ تحریک کے کارکنان اور عہدیداران کو ان سنہرے لمحات سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ شمولیت کی کوشش کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر علی اکبر قادری

☆**مفتی ارشاد حسین G ی کی بازیابی:** گذشتہ ماہ تحریک منہاج القرآن کے قابل فخر سپوت نوجوان سکالر مفتی ارشاد حسین G ی کو کراچی سے جنوبی پنجاب آتے ہوئے حیدر آباد کے قریب تاوان کے لئے اغواء کرلیا گیا تھا، یہ ایک افسوسناک واقعہ تھا جس پر تحریک کا ہر فرد اور خصوصاً قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دل گرفتہ ہوئے۔ تاہم تحریک کی بھرپور سرپرستی، مرکزی اور صوبائی احباب کی دن رات کی محنت اور دنیا بھر کے کارکنان کی دعاؤں کا ³ ہے کہ مفتی ارشاد حسین G ی اپنے دوسا ¹ ں É صحت و سلامتی کے ساتھ موت کے منہ سے بچ کر اپنے منصب پر واپس آچکے ہیں۔ مرکز ان تمام احباب خواتین و حضرات کا شکر گزار ہے M ں نے مشکل وقت میں دعاؤں اور) تمناؤں کا اظہار کیا۔

توبہ ہر روحانی مقام کی کنجی ہے

خصوصی خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری☆

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الحجرات:11)

’’اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں‘‘

اس آیت میں مذکور مضمون بڑا Ð ہے۔ بندے نے گناہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ظالم نہ کہا۔ انتظار میں رہا کہ شاید توبہ کر لے لیکن جب وقت گزر گیا اور اس نے توبہ نہ کی تو فرمایا:

اے انسان گناہ کرنے پر تجھے ظالم نہیں سمجھا تھا مگر توبہ نہ کر کے تو نے ظلم کیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ تو ایک درجے کا ظلم اور نافرمانی ہے ہی، مگر اصل ظلم جس کو اللہ نے ظلم شمار کیا، وہ گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا ہے یعنی اس گناہ پر اصرار و تکرار کیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے گناہ کے تکرار کرنے والے، اس پر اصرار کرنے والے اور اس کو جاری رکھنے والے کو ظالم کہا۔ اس لئے کہ اگر وہ توبہ کر لیتا تو گناہ کو ترک کردیتا۔ پس توبہ نہ کرکے اس نے ظلم کا ارتکاب کیا۔

بعض اولیاء کرام نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے گناہ کیا اور توبہ کر لی، پھر گناہ کیا اور توبہ توڑ بیٹھا۔ الغرض گناہ کرتا مگر ندامت ہوتی تو توبہ کر لیتا ارادے کا کمزور تھا، حتی کہ اس نے ستر بار توبہ کر کے توڑ ڈالی۔ 70 ویں مرتبہ توبہ توڑنے کے بعد اس کو یہ خیال آیا کہ اب میری توبہ قبول نہیں ہوگی اور میرے منہ پر مار دی جائے گی کہ تم نے مذاق بنا لیا ہے کہ ستر مرتبہ تم نے توبہ کی اور پھر گناہ کرلیا اور باز نہیں آیا۔ اس خیال سے اس نے توبہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور کے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ میرے اس بندے کو جا کر یہ پیغام دے کہ تو ہی میری رحمت سے مایوس ہوگیا، میں نے کب تجھے کہا تھا کہ اب توبہ قبول نہیں کروں گا۔ تو اب بھی اگر توبہ کرلیتا تو میں معاف کر دیتا۔ اس حکایت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی توبہ کی وجہ سے مزید گناہ کرتا چلا جائے کہ توبہ تو قبول ہو ہی جاتی ہے۔ جس نے یہ سوچ کر گناہ کیا اور توبہ کی، دراصل اس کی توبہ ہی نہیں ہے۔ توبہ صدقِ دل سے ترکِ گناہ کو کہتے ہیں۔ لہٰذا توبہ کی قبولیت کا خیال رکھ کر مزید گناہ کرنا توبہ ہی نہیں ہے۔

توبہ کی تعریف

امام ابوالقاسم قُشیری (حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں) توبہ کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ

هی أصل کل مقامٍ و مفتاح کل حالٍ

’’ہر مقام کی ابتداء توبہ ہے اور ہر حال کی کُنجی توبہ ہے‘‘۔

☆ CD# 9 مورQ 03-01-04 (مرکزی سیکرٹریٹ لاہور)

امام £ ی کے توبہ بارے اس قول کی کما حقہ تفہیم کے لئے کیفیت، حال اور مقام کے مابین فرق کو جانتے ہیں۔

کیفیت

L L نماز، تلاوت، ا I ر، نعت پاک اور اللہ کا ذکر G سے اللہ کے انوار نصیب ہو جاتے ہیں۔ ایک کیفیت قلب و باطن پر طاری ہوتی ہے، رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔۔۔ L رونا آجاتا ہے، آنسو ¢ پڑتے ہیں۔۔۔ L کانپ اُٹھتے ہیں، L لرز جاتے ہیں۔۔۔ L تصوّر میں گم ہو جاتے ہیں اور چند لمحات کے لئے دنیا و ما فیہا کو بھول جاتے ہیں۔۔۔ اس کو ''کیفیت'' کہتے ہیں۔ کسی پر یہ ایک œ کے لیے آتی ہے، کسی پر چند منٹ کیلئے، کسی پر یہ کیفیت پندرہ سے بیس منٹ رہتی ہے۔ کوئی گھنٹے دو گھنٹے، تین گھنٹے اس کی کیفیت میں رہتا ہے۔ کوئی ایک دن رات یا دو تین دن اس کیفیت میں رہتا ہے مگر یہ کیفیت X نہیں رہتی آتی ہے اور پھر چلی جاتی ہے۔

اسکی مثال جگنو کی چمک کی سی ہے جیسے رات کا اندھیرا ہو تو جگنو نظر نہیں آتا اور اچانک چمکتا ہے۔ چمک سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں جگنو ہے۔ پھر چمک آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ یہ مثال اس کیفیت کی ہے جو دل، باطن اور روح پر وارد ہوتی ہے اور پھر زائل ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کے لمحے انسان اپنے آپ کو اپنی بقایا پوری زندگی سے مختلف محسوس کرتا ہے۔ اس لمحے میں وہ کیفیت انسان کو - کر دیتی ہے، روشنی محسوس ہوتی ہے، اک سرور محسوس ہوتا ہے۔ اسی کو شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ

یہ جو - - سرور ہے سب تیری نظر کا قصور ہے

مطلب یہ ہے کہ تو نے توجہ کی ہے، اس وجہ سے اس وقت میری یہ کیفیت بن گئی ہے کہ میں اپنے آپ کو جُدا سمجھتا ہوں۔ اس کیفیت کے چلے جانے کے بعد انسان اصل حالت کی طرف لوٹ آتا ہے اور اپنے آپ کو وہیں پاتا ہے جہاں پہلے کھڑا تھا۔

اس کیفیت کے حصول پر کوئی محنت نہیں تھی، کوئی ریاضت نہیں تھی،) عمل کا تسلسل نہیں تھا، مجاہدہ نہیں تھا، کوشش نہیں تھی É ہر شخص کے اندر موجود ایمان کی وجہ سے یہ کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔ L ایسا ہوتا کہ کافر لوگ بھی ان کیفیتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ مومن کی طرح وہ بھی جسم، نفس اور روح کے مرکب ہیں۔ روح کافر کے جسم میں ہو یا مسلمان کے جسم میں ہو، آئی تو وہیں سے آئی ہے، وطن تو وہیں تھا، رہتی تو وہیں تھی۔ صرف یہ کہ مومن کی روح کو Ž I نصیب ہوگیا اور کافروں کی روح کو یہ I نصیب نہیں ہوا۔ مگر پرورش اور آب و ہوا وہیں کی ہے۔ اُسی آب وہوا میں پلی، مدتوں مومنوں اور اللہ والوں کی روحوں کے ساتھ رہی لیکن اس کو Ž I نصیب نہیں ہوا، مگر چونکہ ایک زمانہ اس روح کا مومنین کے ساتھ گزرا ہے لہذا اگر وہ بھی صدق و اخلاص کے ساتھ محنت کرے، دھیان کرے، کسی لگن میں رہے، کسی دھن میں رہے، مرا Õ کرے تو اس کو بھی یہ کیفیت ملتی ہے یعنی ہر روح کے اثرات ہوتے ہیں جو کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ مگر کفار میں یہ کیفیت ایمان کی کیفیت نہیں ہوتی ² مومن کو جب یہ کیفیت ملتی ہے تو وہ نور پیدا کرتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ ایمان ہوتا ہے۔ پس اگر اس طرح کے روحانی اثرات آئیں اور چلے جائیں تو اس کو کیفیت کہتے ہیں۔

حال

وہ کیفیت جو چند لمحات کے لئے انسان پر طاری ہوتی ہے اور پھر چلی جاتی ہے اگر قائم رہے، آئے اور پھر واپس نہ جائے É برقرار رہے تو اس کو ''حال'' کہتے ہیں۔ کیفیت جم جائے قرار پکڑ جائے تو حال B تا ہے۔ اس کو امام قُشیری نے کہا: مفتاح کل حال ''ہر حال

کی چابی توبہ ہے‘‘ کہ اگر آپ چاہیں کہ ایمانی کیفیت برقرار رہے اور حال نصیب ہو جائے تو کسی بھی کیفیت کو حال میں بدلنے کی چابی توبہ ہے۔ اگر اس چابی کو ا E ل نہ کیا تو کیفیت آتی اور جاتی رہے گی، برقرار نہ رہ سکے گی۔

حضرت حنظلہؓ ایک دن روتے ہوئے ،آہ و بکا کرتے ہوئے یہ کہتے جارہے تھے کہ حنظلہؓ منافق ہوگیا، حنظلہؓ منافق ہوگیا۔ سیّدنا صدیق اکبرؓ راستے میں مل گئے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے اپنا ماجرا سنادیا۔ انہوں نے حوصلہ افزائی کے لئے جواب دیا کہ ایسا معاملہ تو میرے ساتھ بھی ہے، آیئے آقا A کی بارگاہ میں اپنے اس حال کو بیان کرتے ہیں۔ دونوں آقا A کی بارگاہ میں ã اور عرض کیا، یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہوگیا۔ حضور A نے فرمایا: کیوں؟ کیا ہوا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ A جب آپ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں اور آپ A سے قرآن مجید E، ذکر، نصیحت، تلقین اور دوزخ و جنت اور آخرت کا بیان E ہیں تو اس مجلس میں کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ گویا جنت بھی آ\ ں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں، دوزخ بھی آ\ ں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں، بیوی بچوں اور دنیا کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں تو یا رسول اللہ A وہ ساری کیفیت جاتی رہتی ہے اور برقرار نہیں رہتی جو آپ کی مجلس میں ہوتی ہے۔ آقا A نے فرمایا! حنظلہؓ تو منافق نہیں ہوا É مسلمان کی کیفیت ایسے ہی ہوتی ہے۔ L ایسے L ایسے۔ اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے۔ فرمایا: عام مسلمانوں کا حال یہی ہوتا ہے، اسکو منافقت نہ کہو۔ حنظلہؓ اگر یہ کیفیت تمھارا حال بن جائے۔ باہر جاکر بھی یہی کیفیت برقرار رہے تو اللہ کی عزّت کی قسم پھر تمھارا حال یہ ہو کہ تم گلیوں، کوچوں اور بازاروں میں چلو اور دائیں بائیں قطار دَر قطار فرشتے تمھارے دیدار اور تم سے مصافحے کے لئے راستے میں کھڑے ہو جائیں۔

آقا A کی Ä اور مجلس میں بیٹھے والوں کو معمولی سا خسارہ بھی ہو جائے تو انہیں بہت بڑا نظر آتا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ ساری زندگی خسارہ بن گئی ہے مگر L اس کا شعور ہی نہیں ہوتا، دُکھ ہی نہیں ہوتا، رونا ہی نہیں آتا کہ ہم کتنے بڑے خسارے میں ہیں۔ قرآن اسی حقیقت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے:

وَالْعَصْرِ. اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ. (العصر:۱،۲)

’’زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے) بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے)‘‘۔

ہم اتنے بڑے گھاٹے میں ہیں مگر اپنے حال میں مست ہیں، جس کا کاروبار میں نقصان ہو جائے اس کو تو نیند نہیں آتی۔ مگر ہم نرے نقصان اور خسارے میں جا رہے ہیں اور خوب موج کرتے ہیں، L فکر ہی نہیں۔ Î اس کی بارگاہ سے کچھ نصیب ہو جاتا ہے تو انہیں تھوڑا سا نقصان بھی نظر آئے تو ان کی نیند ہی اُڑ جاتی ہے، آرام نہیں آتا اور وہ تھوڑے خسارے پر کہتے ہیں کہ منافق ہوگئے اور ہم منافقتوں کا ڈھیر بھی اپنے اندر جمع کرلیں تو B ہیں مومن ہی مومن ہیں، مسلمان ہی مسلمان ہیں۔ ہمارے آئینہ دل پر اتنی گرد پڑ گئی ہے کہ ہمیں خسارہ، گھاٹا، نفاق نظر ہی نہیں آتا۔

حضور A کے اس فرمان سے ’’کیفیت‘‘ اور ’’حال‘‘ ثابت ہورہا ہے۔ اگر صرف صاحبانِ کیفیت ہوتے اور صاحبانِ حال نہ ہوتے، یاصاحبِ حال ہونا ممکن نہ ہوتا تو آقا A فرماتے! حنظلہؓ گھبرانے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی ہوتا ہے۔ بس اس پر گفتگو ختم فرما دیتے مگر اس کے بعد فرمایا کہ اگر یہ کیفیت برقرار رہ جائے اور حال میں بدل جائے۔ اسکا مطلب ہے کہ صاحبانِ کیفیت تو ہوتے ہی ہیں آقا A نے فرمایا کچھ

لوگ صاحبانِ حال بھی ہوتے ہیں۔

کیفیت کے لمحے میں - پن، سرور، کیف، نور، طہارت، پاکیزگی محسوس ہوتی ہے ۔اپنے آپ کو گویا کسی اور ماحول اور دنیا میں انسان محسوس کرتا ہے۔ جب وہ کیفیت، حال بن جاتی ہے تو پھر صاحبانِ حال کا تَن اِس ماحول میں رہتا ہے اورمَن کسی اور ماحول میں رہتا ہے۔ جب وہ ہر وقت اسی کیفیت میں رہتے ہیں تو حال میں ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کا قال و حال جدا جدا ہوتا ہے، وہ لوگوں سے بات چیت کرتے ہیں،دنیا کے معاملات طے کرتے ہیں، نصیحت، وعظ اور تلقین کرتے ہیں۔ دُکھ سُکھ، غمی و خوشی اور دنیا کے فرائض S تے ہیں۔ اس جگہ جسم تَن میں مصروف رہتا ہے اورمَن حال میں مصروف رہتا ہے ۔لہذا یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ان کا تَن فرشی ہوتا ہے اورمَن عرشی ہوتا ہے۔یہ فرشی بھی ہوتے ہیں اورعرشی بھی ہوتے ہیں۔ ظاہر ان کا فرش پر ہوتا ہے اور باطن انکا عرش پر ہوتا ہے،اس کو حال کہتے ہیں۔

مقام

جب کیفیت برقرار رہے تو حال ہے مگر یہ حال x نہیں ہوتا۔ا ‹ تغیّر بھی آجاتا ہے ۔پہلے کیفیت کو برقرار کرلیا تو حال ہوگیا۔پھر حال کو برقرار رکھنے کی محنت کرنا ہوگی۔ اگر حال ،حال رہے تو متغیّر رہتا ہے ۔اس میں بھی (ups and downs)آتے ہیں، تغیّر ہوتا ہے، تبدیلی آتی ہے۔ L کم L زیادہ، L نیچے، L اونچا۔ پس متغیّر رہے تو حال ہے اوراگر حال اپنی حالت پہ دائماً برقرار ہوجائے، متغیّر نہ ہوتو اسکو’’مقام‘‘ کہتے ہیں۔ اس میں اتنی استقامت آجائے کہ پھر اس میں تبدیلی نہ ہو۔ حال ہر حال میں برقرار رہے اوراس کے اِرد گرد کے موثرات اس پر اثر انداز نہ ہوں اور حال x ہو جائے ناقابلِ p ہو جائے تو مقام B تا ہے۔

روحانی مقام کے حصول میں رکاوٹ کیوں؟

حال میں داخل ہونے کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ کیفیت تو وقتاً فوقتاًایمان کے اثر سے مل جاتی ہے مگر یہ کیفیت ، حال نہیں ﻣﻠﺎ اور حال، مقام نہیں بنتا۔ سوال یہ ہے کہ رکاوٹ کہاں ہے۔ رکاوٹ یہ ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً ایمانی کیفیö بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ قلب و باطن اتنا شقاوت زدہ ہوجاتا ہے کہ بدÁ اس پر مسلط ہو جائے،اتنا سنگ دل ہو جائے، دروازے اس پر اتنے بند ہو جائیں اور وہ جہاں بھی بیٹھے کیفیت نہ ملے۔ پس اگرکسی کا دروازہ بالکل بند ہو جائے تو کیفیت بھی نہیں ملتی اور اگر کیفیت وقتاً فوقتاً ملے تو سمجھے کہ دروازہ کھلا ہے۔کم ازکم دروازہ نہیں تو کھڑکی ? ہے،کھڑکی نہیں تو روشن دان کھلا ہے۔روشن دان نہیں تو چلو چند سوراخ ہی کھلے ہیں جن سے چھن چھن کر کچھ روشنی آرہی ہے۔ روحانی مقامات میں رکاوٹ اس وقت آتی ہے جب کیفیت x نہیں ہوتی، حال میں نہیں بدلتی۔

یاد رO کہ حال دعاؤں سےنہیں ملتا É حال ایک حویلی ہے، اس کے دروزے پر تالا لگا ہوا ہے۔جو لوگ اس کے باہر گلی کوچوں اورمیدانوں میں ہیں وہ اہلِ کیفیت ہیں ۔جو اس حویلی کے اِرد گرد رہتے ہیں اُنہیں کیفیت ملتی رہتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ کیفیت، حال میں بدلے تو اس کے لئے اس حال کی حویلی کے اندر جانا ہوگا۔ اس حویلی کا تالاکیفیتوں کے آنے جانے سے نہیں • É اس تالے کی چابی توبہ ہے۔

امام £ی نے ،پہلے اہلِ کیفیت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے اہلِ کیفیت ،اے خوش نصیبو! Î L L کیفیت نصیب ہوتی ہے سنو!اگر کیفیت سے اوپر اٹھ کر حال تک پہنچنا چاہتے ہوتو توبہ کی چابی لگالواور اس کے بعد اہلِ حال کو خطاب کیا کہ اے اہلِ

حال Î حال نصیب ہوگیا ہے اور جن کی کیفیت ایمانی نے قرار پکڑلیا ہے اب حال سے گزر کے مقام تک جانا چاہتے ہوتو ہر مقام میں داخل ہونے کی ابتداء توبہ ہے۔

توبہ کی اقسام

توبہ کی تین 9 ہیں:

ا۔ دل کی شقاوت، بدÁ اور سختی کو دور کر کے دل کو اتنا نرم کرلینا کہ کم سے کم اس میں کیفیت آسکے۔ دل ß نہ رہے É کیفیت کو قبول کر سکے۔ اس کیفیت کی قبولیت کی راہ توبہ ہے۔ جو لوگ کیفیت سے محروم ہیں، ان کا راستہ بھی توبہ ہے۔

۲۔ Î کیفیت نصیب ہے اور وہ حال چاہتے ہیں تو ان کی چابی بھی توبہ ہے۔

۳۔ Î حال نصیب ہے اور وہ مقام چاہتے ہیں تو ان کی ابتداء بھی توبہ ہے۔

جن کو مقام نصیب ہے اوروہ مقام کے آگے عروج اور مزید ترقی چاہتے ہیں تو ان کے ہر قدم پر ترقی کے لئے سیڑھی توبہ ہے۔ ہر درجے اور رُتبے والے شخص کی توبہ جُدا ہے ۔Õ رکی توبہ اور ہے۔۔۔ پرہیز گار کی توبہ اور ہے۔۔۔ عوام کی توبہ اور ہے۔۔۔ خواص کی توبہ اور ہے۔۔۔ اطاعت والوں کی توبہ اور ہے۔۔۔محبت والوں کی توبہ اور ہے۔۔۔ صالحین کی توبہ اور ہے۔۔۔ اولیاء کی توبہ اور ہے۔۔۔ انبیاءؑ کی توبہ اور ہے۔۔۔

میں نے زندگی میں بہت - ں کی مناجات اور ان کی i ؤں کو اللہ کے حضور پڑھا مگر اولیاء کاملین میں ہے سیّدنا امام زین العابدینؓ Ü توبہ میں نے کسی ولی میں نہیں دیکھی۔ان کی مناجات کو پڑ ³ تو 4 ہے کہ ہردن، ہروقت حالتِ توبہ میں ہی ہیں۔ ان کی زبانِ مبارک سے مناجات کا نکلا ہوا ایک ایک لفظ توبہ سے غسل شدہ (دھلا ہوا) ہے، توبہ میں غرق ہے۔

ولایت کے درجات میں ان سے اونچا کون ہوگا؟ آپ نے وہاں پرورش پائی جس گھر میں توبہ کے راز کھلتے ہیں۔ جہاں گناہ سے بھی محفوظ اور پاک ہوں اور لَقب بھی زین العابدین ہو کہ ہر وقت عبادت گزاروں کی زینت ہوں مگر مقام یہ کہ ہر وقت توبہ میں رہتے۔ معلوم ہوا کہ اس بات کی اُن سے بڑھ کر کس کو معرفت ہے کہ ہر قدم اللہ کی طرف آگے بڑھنے کی سیڑھی توبہ ہے، ہر مقام تک Î کی سیڑھی توبہ ہے۔ اس لیے وہ ہر وقت حالتِ توبہ میں ہوتے ہیں۔۔۔ پس ہر وقت حالتِ توبہ میں رہنا انسان کے روحانی عروج اور ترقیوں کے راستے کھولتا ہے۔ ہماری آنکھیں سوکھ گئی ہیں کیونکہ ہمارے توبہ کے ` بند ہوگئے ہیں۔توبہ کے Z ں سے سب کچھ ملتا ہے۔

حضرت آدمؑ کی توبہ انبیاء کی توبہ کی ایک مثال ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر ارادہ نہ ہو اور نسیان ہوجائے تو گناہ نہیں ہوتا۔ اگر حالت روزہ میں بھول کر کچھ کھا لیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب دانہ کھا لیا تو یہ کھانا ارادہ سے نہ تھا É بھول تھی۔ ایسے کسی عمل پر جو بھول کر کیا جائے بندہ خود ہی گواہی دیتا ہے کہ میرا ارادہ نہیں تھا، بھول ہوگئی، خطا ہوگئی، نسیان ہوگیا، بندہ گواہی دیتا ہے تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ قرآن H ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے وہ پھل کھا لیا تو اللہ نے خود گواہی دی کہ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا زمین پر اُتارنے سے پہلے وہیں اعلان کر دیا کہ کوئی بد بخت منہ نہ کھولے، سن لو آدم نے جو پھل کھایا تھا ہم نے ان کے اندر نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں پایا، گناہ کا کوئی ارادہ نہیں پایا، مخالفت کا کوئی ارادہ نہیں پایا۔ باری تعالیٰ اگر گناہ کا ارادہ نہیں تھا تو پھر پھل کیوں کھایا؟ اس موقع پر آدم علیہ السلام نہیں بولے É اللہ نے جواب دیا کہ نَسِيَ وہ بھول گئے تھے۔ اللہ اعلان فرما رہا ہے کہ گناہ نہیں É بھول ہے مگر اس کے باوجود آدم علیہ السلام عرض کر رہے ہیں کہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (الاعراف:۲۳)

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے“۔

اہل اللہ ہر وقت توبہ میں رہتے ہیں، گناہ ہو تب بھی توبہ اور نہ ہو تب بھی توبہ کرتے ہیں۔

توبہ کا حقیقی مفہوم

توبہ سے مراد وہ توبہ نہیں جیسے ہم اپنی معمول کی زندگی میں توبہ وا I رکرتے ہیں۔ یہ توبہ نہیں É یہ تو الفاظ ہیں۔ لوگو! لفظوں سے نکل کر معنی کی طرف جاؤ اور معنی سے نکل کر مراد کی طرف جاؤ۔ توبہ کا معنی رجوع ہے۔ یعنی کسی کی طرف رجوع کرنا، کسی طرف مائل ہونا، التفات کرنا، جُھکنا، رغبت کرنا ہے اور یہ اللہ کو اتنا I ہے کہ اس نے اپنا نام h]¢33i بھی رکھا ہے۔ جو محض توبہ کرے اس کو تائب کہتے ہیں۔۔۔ اور جو بہت زیادہ توبہ کرے اُسکو ”توّاب“ کہتے ہیں۔۔۔ اللہ نے فرمایا کہ اے بندے تائب تو ہے اور توّاب میں ہوں۔ اس سے توبہ کی Ñ کا اندازہ کریں کہ اس نے اپنے آپ کو توّاب کہا ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔۔۔ توّاب مبالغہ کا صیغہ ہے۔ توبہ کا معنیٰ ہے رجوع۔ بندہ اللہ کی طرف رجوع کرلے تو تائب ہو گیا اور مولا بندے کی طرف رجوع فرما دے تو توّاب ہوگیا۔ ایسا کیوں ہے کہ بندہ تو تائب ہے حالانکہ اس کو توبہ کی ضرورت ہے اور اللہ توّاب ہے، بہت توبہ اس کی طرف ™ب ہوگئی۔ اس راز کو آقا A نے کھول دیا۔

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور میرا بندہ اگر میری طرف ایک قدم چلے تو میں اس کی طرف 70 قدم چلتا ہوں۔ پس اُس کی طرف ایک قدم چلنے والا، رجوع کرنے والا تائب ہوا اور جو ایک قدم کے بدلے میں 70 قدم بندے کی طرف رجوع فرمائے تو وہ توّاب ہوا۔ بندہ رجوع کرتا ہے معافی مانگنے کے لئے اور مولا رجوع کرتا ہے معافی عطا کرنے کیلئے۔

سوال یہ ہے کہ کس شے سے رجوع کرنا؟ گناہ مخالفت کو کہتے ہیں اور نیکی و تقویٰ موافقت کو کہتے ہیں۔ زندگی دو حدود میں ہے۔ اس کے حکم کی مخالفت کرو تو گناہ ہے۔ اس کی موافقت میں رہو تو تقویٰ ہے۔ تقویٰ، نیکی، اطاعت یہ سب موافقت ہیں۔ جیسے وہ چاہے ویسے کرتے جاؤ یہ موافقت میں زندگی گزارنا ہے۔ گناہ کرنا اس کے امر کی مخالفت ہے اور توبہ مخالفت سے موافقت کی طرف پلٹ جانا ہے، یہ رجوع کرنا ہے۔

اللہ کی بندگی کی طرف، اطاعت کی طرف، ترکِ گناہ کی طرف ½ توبہ ہے۔ جب اس نے رجوع کرلیا تو اللہ نے خود ہی اس کے نامہ اعمال سے مخالفت کا دھبہ اور نشان ہی مٹا دیا اور فرمایا کہ خبردار اس کو ظالم نہ کہو۔ لوگوں نے کہا باری تعالیٰ اس نے گناہ کیا تھا، اس کو ظالم کیوں نہ { ؟ اللہ نے فرمایا: اگر اس نے فلاں گناہ کیا تھا تو توبہ بھی تو کر لی، رجوع بھی کرلیا ہے۔ ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ ہم کسی کے گناہ اور مخالفت کو پکڑ £ ہیں اور ساری زندگی اس کا ù نہیں چھوڑتے کہ اس نے فلاں گناہ کیا تھا، مخالفت کی تھی۔ اللہ نے جواب دیا کہ گناہ کیا تھا، مخالفت کی تھی مگر موافقت بھی تو کی تھی۔ گویا ہم گناہ دیکھتے رہے اور اللہ رجوع دیکھتا رہا۔۔۔ ہم اس کی مخالفت کا کرنا دیکھتے رہے اور وہ بندے کی موافقت کا کرنا دیکھتا رہا۔۔۔ ہم ظلم کرتے رہے اور وہ ہمارے ظلم کو مٹانے کا سوچتا رہا۔۔۔

توبہ کرنے والوں کا اجر

اللہ رب العزت نے سورہ آل عمران آیت

۱۳۵ اور ۱۳۶ میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً ۔

اور وہ لوگ جو تقاضاء بشریت کے تحت اعلانیہ گناہ کر بیٹھے۔۔۔ **اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ** یا اللہ کے حکم کی ایسی مخالفت کر بیٹھے کہ وہ کھلا گناہ تو نہ تھا مگر وہ اپنی جانوں کا نقصان کر بیٹھے۔اگر چھپ کر بھی گناہ کیا تو وہ اپنی جان پہ ظلم کر بیٹھے۔ وہ لوگ جو ایسا کر بیٹھیں **ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ** پھر انہیں میری یاد آگئی، مجرموں نے پھر مجھے یاد کرلیا، جب مجھے یاد کیا ، دھیان میری طرف آ گیا، رجوع ہوگیا، جب میرا ذکر کیا تو میری یاد آگئی اور نادم و شرمندہ ہوگئے۔ پس انہوں نے اپنے گناہوں کے لیے مجھ سے معافی مانگ لی۔ اتنا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے کلام کا انداز بدل گیا، فرمایا: **وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ** ۔۔۔''بتاؤ! کون ہے اللہ کے سوا جو معاف کردے''۔ اگر میں بھی معاف نہ کروں اور اس کے گناہ دیکھتا رہوں تو اور کون ہے دنیا میں معاف کرنے والا۔ پھر گناہوں کی طرف اُ Äاں اُٹھانے والوں کے لئے فرمایا: وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا دیکھتے نہیں کہ گناہ کر کے بیٹھے تھے مگر اس کے بعد تکرار نہیں کیا، اپنے گناہ پر اصرار نہیں کیا۔ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ وہ جانتے ہیں، بضد نہیں رہے۔ اس لئے کہ جو ضد نہیں کرتا میں اس کی ë خطاء کو معاف کر دیتا ہوں تو گویا فرمادیا کہ میں ناراض اس کے اڑے رہنے پر اور تکرار کیے جانے پر ہوتا ہوں۔خطاء ہوگئی تو معافی مانگے تو معاف کر دیتا ہوں۔ **اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ** ۔۔۔''یہ وہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے''۔

پھر بات کو یہاں نہیں روکا، رحمت ، جوش میں آگئی، توبہ کا دروازہ کھول دیا اور عطا کا بھی دروازہ کھول دیا فرمایا: M ں نے ایک بار گناہ کیا اور ایک بار توبہ کی ان کو بخشش کی جزاء دیدی۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ گناہ تو انہوں نے ایک بار کیا تھا مگر توبہ بار بار کئے جارہے ہیں۔ گناہ پر اصرار نہیں کیا مگر توبہ پر اصرار کرتے رہے، پھر بھی توبہ کرتے ہیں۔بخشش ہوگئی پھر بھی یہی صدا ان کے لبوں پر ہے کہ مولا معاف کردے۔ فرمایا: جن کو بخش دیا وہ جزاء والے تھے ،تم عطا والے ہو۔ صرف بخشش لے کر نہ جاؤ اس لئے کہ بخشش تو جزاء اور بدلہ ہے۔ گناہ کر کے جو توبہ کی تھی اس کا بدلہ و جزاء بخشش ہے۔ بندے نے توبہ کی اور میں نے اس کی توبہ کو اس کا حق بنا دیا تھا کہ اس کو بخش دیا۔ اے بندے گناہ پر اصرار و تکرار بھی نہیں اور توبہ پھر بھی کئے جارہا ہے، تجھے بخشش تو بدلہ میں دے دی ہے اب اس کے علاوہ عطا یہ ہے کہ

وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا . . .

جزاء بخشش تھی اور عطا جنت ہے۔ " جنتیں، نہریں اور عیش و آرام کی جنتوں کی زندگی دیتا ہوں۔

پھر فرمایا کچھ وہ ہیں کہ وہ پھر بھی توبہ پہ توبہ ہی کئے جارہے ہیں کہ مولا بخش دے۔ یہ اولیاء اللہ کی مثال ہے۔ کسی ولی اللہ سے پوچھا گیا کہ گناہ اور توبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ مالک او رغلام کے درمیان ایک رشتہ ہے۔ میں نے ایک بار گناہ کیا تھا اور 80 سال سے توبہ کر رہا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پوری زندگی توبہ میں گزار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے جزاء والے روانہ کردیئے، پھر عطا والے رخصت کردیئے اور پھر پوری زندگی توبہ میں گزارنے والوں کو روک لیا اور فرمایا: وہ جزاء اور عطا والے تھے، رضا والے ہو۔ فرمایا:

وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ.

کئی لوگوں کو بخشش دے کر بھیج دیا۔۔۔کئی کو جنت دے کر بھیج دیا اور پھر کئی ایسے عمل والے بھی ہیں کہ جن کا ان سب اجروں سے زیادہ اُونچا اجر ہے۔ پس کیفیت، حال، مقام، جزاء اور رضا یہ سب دروازے توبہ سے کھلتے ہیں۔ آقا A نے فرمایا کہ لوگو! « کیا

خبر کہ کئی لوگوں کے گناہ انہیں جنت میں لے جائیں گے۔ اس لئے کہ گناہ ان کی غلطی ہوگی مگر اس خطاء کے بعد وہ جو توبہ کریں گے، وہ توبہ ان کے درجات میں اضافہ کا موجب ہوگی۔

توبہ صحیح کیسے ہوگی؟

توبہ سے ملنے والے مقامات و درجات کی خبر کے بعد اب مزہ تب ہے کہ زندگی ساری توبہ میں گزر جائے۔

صحیح توبہ کیسے ہوگی، امام £ یؒ بیان کرتے ہیں کہ

لا تصح التوبة الا بعد معرفة الاثم.

''جب تک گناہ کی معرفت نہ ہو تو اس وقت تک توبہ درست نہیں ہوتی''۔

فرمایا: گناہ کی معرفت یہ ہے کہ ندامت، شرمندگی، معافی مانگنے اور توبہ سے قبل گناہ کے اندر درج ذیل تین چیزیں دیکھے۔ یعنی اپنے گناہ پر توجہ مرکوز کرے۔

۱۔ پہلی بات یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعے میری حفاظت کی تھی، اس عمل سے میری حفاظت اٹھ گئی۔ اب میں اللہ کی امان اور حفاظت سے محروم ہوگیا۔ اللہ نے Ó کی چادر اور مجھ پر تنا حفاظت کا سائبان اُٹھا لیا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ گناہ سے فرحت اور خوشی ملی یہ سوچے کہ گناہ اللہ کی مخالفت تھی اور اللہ کی مخالفت میں مجھے خوشی ہوئی۔

۳۔ گناہ کے اندر Š ی چیز یہ دیکھے کہ جس گناہ کا وہ ارتکاب کر رہا ہے، اس پر اصرار سے وہ اللہ کی نگاہِ کرم سے محروم ہوگیا، اللہ کی مخالفت پر اسے خوشی ہوئی Í اب اللہ کی نظرِ التفات بھی مجھ سے ہٹ جائے گی اور اسے یہ یقین ہو جائے کہ میں نے اللہ کی نظر التفات کا راستہ اپنے لئے روک دیا ہے۔

گویا جب وہ گناہ اِسے اپنے آئینہ عمل میں ان تین چیزوں اور اجزاء کی شکل میں نظر آئے گا تب اسے گناہ کی معرفت نصیب ہوگی اور جب گناہ کی معرفت نصیب ہوگی تو توبہ درست ہوگی۔ اس لئے کہ ان تینوں چیزوں کے یقین کے بعد ہی وہ سوچے گا کہ مجھے تو اللہ کی موافقت، اطاعت، عبادت اور بندگی میں خوشی ملنی چاہئے تھی۔ افسوس مجھے اللہ کی مخالفت میں خوشی ملی۔ اگر میری یہی نافرمانی برقرار رہی اور توبہ نہ کی تو اللہ کی نظرِ حق، اس کی نظرِ التفات مجھ سے ہٹ جائے گی۔ اس کی نگاہِ التفات، نگاہِ بخشش، نگاہِ حق، نگاہِ عطا، نگاہِ کرم، نگاہِ رحمت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد میرے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا۔ کوئی جائے امان نہیں رہے گی۔

اس چیز کے یقین ہو جانے کے بعد اب اس کے اندر از خود ندامت و شرمندگی پیدا ہوگی۔ جب یہ ندامت پیدا ہوگی تو اس ندامت سے توبہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ پس بندے کو چاہئے کہ اس گناہ کے تصوّر کو™ کر، گناہ کی معرفت حاصل کرکے شرمندگی و ندامت تک ã ۔ اس ندامت سے توبہ کا دروازہ • اور ندامت توبہ [illegible] ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین A

آخری عشرۂ رمضان المبارک

عبادات اور ذوقِ عمل میں اضافہ کا موجب

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ • ارشاد فرماتی ہیں:

کان اذا دخل العشر الاخیر شد مئزره واحیا لیله، وایقظ اهله.

’’جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تھا تو حضور A نئے سرے سے کمر h ہوجاتے تھے ساری رات خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے‘‘۔ (صحیح بخاری)

شرح و تفصیل

رمضان المبارک کی آخری تہائی کے نو، دس دن مسلمانوں کے لئے خصوصی جہد وعمل اور توجہ و اî ک کے دن ہیں۔ بیس روز گزر جانے کے بعد یہ ماہ مبارک پابرکاب مہمان کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے، ماضی کے بحر سکوت وسکون میں 1 و مدغم ہونے والا ایک ایکœاس کی روانگی و رخصت کی اطلاع دینا شروع کردیتا ہے۔ چونکہ یہ مہینہ برکتوں کا بے کراں سمندر ہے، انعامات و سعادت کا L خشک نہ ہونے والا سرچشمہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عطایائے ربانی کا مظہر ہے، اس لئے اس کی Ó ں سے کماحقہٗ آگاہ نہ ہوتے ہوئے بھی، اس کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے شایان شان طریقے سے الوداع کہنے کے طریقے تعلیم کئے گئے ہیں 6 کہ ا L ل کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ یہ سب کچھ اسلئے ہے تاکہ ناواقف و غافل بھی اس کی برکات سے محروم نہ رہے اور رمضان کے احترام کے صدقے اس کا بیڑا پار ہوجائے۔ چنانچہ احادیث کے مندرجات سے ثابت ہوتا ہے۔حضور A اس آخری تہائی میں پہلے سے بھی زیادہ پُرشوق، تازہ دم اور سرگرم عمل ہوجاتے تھے، اس تہائی میں خوب ذوق و اî ک سے عبادت کرنے کے لئے پہلے ہی سے تیاری شروع فرمادیتے تھے اور جب یہ دن آجاتے تو آپ کی عبادت میں نمایاں اضافہ ہوجاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ • سے مروی مذکورہ حدیث میں اسی کیفیت کو بیان فرمایا گیا ہے:

ایک اور مقام پر اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا کہ

کان یجتهد فی العشر الاخیر مالا یجتهد فی غیره. (مسلم)

آخری عشرہ میں Î محنت فرماتے، باقی دنوں میں اتنی نہیں فرماتے تھے۔

آپ A کا کوئی فعل حکمت و بصیرت سے خالی نہیں۔ اس لئے یہ سوچنا بالکل بجا ہے کہ آخری عشرہ میں خصوصی اہتمام کیوں فرماتے؟ اس کی وجہ امت کے افراد کو ہمہ وقت مستعد اور تازہ دم رکھنا مقصود تھا کیونکہ مسلسل ایک کام کرتے کرتے انسان تھک جاتا ہے اور اس میں د p لینا

چھوڑ دیتا ہے یا 7 ں اور ہموار عمل اس کی Ë میں رچ بس جاتا ہے اور اس کے ذہن میں اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ یہ انسان کی فطرت اور طبعی خاصہ ہے۔

بیس دن کے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے 7 ں عمل سے اس بے دلی کا پیدا ہوجانا ممکن تھا۔ اس لئے دانائے فطرت اور نباض حقیقت نے اپنے ذوق عمل اور طرز طریق سے آخری عشرے کو بالکل جدا اور نیا مقام عطا کردیا۔ گویا اصل ذوق و شوق، ریاضت وعبادت اور یاد و بندگی کا وقت تو اب آیا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ عبادت میں تنوع پیدا ہوجائے اور بیس دن کی پیہم مشقت ذوق عمل میں کمی نہ کردے۔ فطرت شناسی کی یہ اتنی جاندار اور اتنی بڑی مثال ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جا$۔

دوسرا عشرہ پہلے عشرہ کے قریب ہی ہوتا ہے اور دس دن کی مدت کچھ اتنی لمبی بھی نہیں، اس لئے دوسرے عشرے کی صرف انفرادیت بیان کرنے پر اکتفا کی۔ ارشاد فرمایا:

اوله، رحمة و اوسطه مغفرة وآخره عتق من النار.

پہلا عشرہ رحمت، دوسرا بخشش اور Šا دوزخ کی آگ سے خلاصی کا ہے۔

مگر Šے عشرہ کی زبانی اور عملی طور پر بے شمار خصوصیات بیان فرمائی ہیں تا کہ امتی کو یہ احساس ہو کہ وہ ایک نیا کام اب ہی شروع کررہا ہے اور اس طرح سارا رمضان اسی کیف و سرور، ذوق و شوق اور سوز و مستی کے ساتھ گزر جائے۔ اس آخری عشرے کا ایک ممتاز وصف یہ بھی ہے کہ اس میں اعتکاف کیا جاتا ہے، اس کی طاق راتوں میں شب قدر ہے اور دولت مندوں کو صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم ہے۔

اعتکاف

اللہ کے لئے ضبط نفس، گوشہ تنہائی میں سب سے کنارہ کشی اور علائق دنیا سے بے A کے عملی اظہار کا نام اعتکاف ہے۔ چونکہX انسان اس مزاج وفطرت کے مالک نہیں ہوتے کہ سب سے ناطہ توڑ کر کسی تنہا کونے میں مالک حقیقی سے لو لگانے کا خیال ان کے دماغ میں آئے Éبعض مخصوص افراد ہی کو یہ سعادت ارزانی ہوتی ہے، اس لئے اعتکاف سب پر فرض نہیں کیا گیا É یاران N دان کے لئے خاص صلائے عام دے دی گئی کہ جو چاہے اس کنج عافیت میں آکر حقائق و معارف کے رنگین انوار و “ ت کے نظاروں سے لطف اندوز ہو۔ اگر ہر ایک پر فرض کردیا جاتا تو شاید اسلام پر رہبانیت کی تعلیم کا دھبہ لگ جاتا اور اگر بالکل اجازت نہ دی جاتی تو G X و شاہین صفت روحیں اپنی اصلی پرواز سے محروم رہ جاتیں۔

اب کسی شخص کی مرضی پر منحصر ہے کہ آخری دس دنوں میں اعتکاف کرلے تا کہ حق تبارک و تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کی عملی تربیت حاصل کرسکے۔ یہ آقا علیہ السلام کا دستور تھا۔

كان يعتكف العشر الاخير من رمضان حتى قبضه الله. (ترمذی ص۹۸)

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ وصال شریف تک یہی معمول رہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ • فرماتی ہیں:

كان يجاور فى العشر الا واخر من رمضان ويقول تحر وا ليلة القدر فى العشر الاواخر من رمضان. (ترمذی)

آپ آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور حکم دیا کرتے تھے کہ اسی میں شب قدر کو تلاش کرو۔

بیہقی کی روایت ہے۔

من اعتكف عشرا فى رمضان كان كحجين و عمرتين.

جس نے عشرہ رمضان کا اعتکاف کیا، یہ دو حج اور دو عمروں کی طرح ہوگا۔

شب قدر

عمل و ریاضت کے شیدائیوں کے لئے شب قدر خاص اہمیت و æ B رکھتی ہے کیونکہ اس میں انتہائی مختصر وقت میں حیرت انگیز حد تک زیادہ سے زیادہ رحمتیں اور برکتیں سمیٹنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ : اجمعین عمل کے شیدائی تھے، ایک دفعہ ان کے محبوب مکرم A نے بتایا:

گذشتہ امتوں کے لوگ طویل ترین عمروں کے مالک ہوتے تھے، ان میں سے بعض اپنی ساری عمر عبادت و اطاعت میں کھپا دیتے تھے۔۔۔ صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کی: ہماری عمریں تو مختصر ترین ہوتی ہیں ہم X بھی محنت کریں، عمل میں ان خوش قسمت افراد کی برابری نہیں کر M۔ عمر کی طوالت ان کو ہم پر فوقیت بخش دے گی۔۔۔

چونکہ اصحاب عز u وہمت تھے، خود کو میدان عمل میں بے بس پا کر افسردہ خاطر ہوئے اور اپنی بے بسی اور ساتھ ہی اطاعت و عبادت کے لئے اپنی رغبت کا اظہار کیا۔ قدرت ربانی نے ان کے خلوص و ذوق کو پذیرائی بخشی اور سورہ القدر نازل فرما کر بتایا شب قدر کی ایک رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے 4 ہے۔ طلوع فجر تک اس میں انوار و ملائک کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ یہ خوŸی سن کر ان کی رگوں میں مسرت کی لہر کے ساتھ جذبہ عمل کی بجلیاں بھی دوڑ گئیں اور شب قدر کی تعین کے بارے میں استفسار فرمایا:

اگر محنت و عمل پر ابھارنا اور ان کی قوت عمل کو بیدار کرنا مقصود نہ ہوتا تو بتادیا جاتا، فلاں تاریخ کو شب قدر ہوتی ہے مگر جذبہ عمل کو ï لگانے کے لئے وہ طریقہ اختیار کیا جس میں مایوسی بھی نہیں اور ہر طبقہ کا شوق بھی برقرار رہتا ہے { یہ کہہ دیا جاتا کہ سارا سال عبادت کر کے شب قدر تلاش کرو تو اکثریت کی ہمتیں پست ہو جاتیں، اس لئے اس پست ہمتی اور مایوسی سے بچانے کے لئے بتادیا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔ کچھ لوگ ہی اتنے بلند ہوتے ہیں جو مسلسل دس راتیں بھی جاگنے کے لئے تیار ہوں، اس لئے پانچ راتیں مخصوص فرما دیں کہ وہ آخری عشرے کی طاق راتیں ہیں۔ کچھ لوگ پانچ راتیں جاگنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کر M تھے، انہیں ستائیسویں شب کو جاگنے کا مشورہ دیا۔

اس پردہ پوشی سے مترشح ہوتا ہے کہ ہر طبقہ کے افراد کو ان کے درجہ کے مطابق عمل و فعل پر ابھارنا مقصود ہے کہ جتنا کسی سے ہوسکے، ضرور جاگ کر اپنے مالک کی رحمت سے جھولیاں بھرنے کی کوشش کرے اور عمل سے دست کش ہو کر نہ Ö جائے، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے:

انها فی رمضان وانها لیلة سبع وعشرين ولكن كره ان يخبركم فتتكلوا. (ترمذی)

وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے لیکن « اس لئے خبر نہ دی کہ بھروسہ کر کے نہ Ö جاؤ۔

بخاری شریف میں ہے:

خرج ليخبر الناس ليلة القدر فتلاحى رجلان من المسلمين. قال صلى الله عليه وسلم خرجت لاخبر. فتلاحى فلان وفلان، وانها رفعت وعسى ان يكون خيرالكم. فالتمسوها فى التاسعه والسابعه والخامسه. (صحیح بخاری:۸۹۳)

حضور نبی کریم A شب قدر کا بتانے کے لئے تشریف لائے، اس وقت دو شخص آپس میں × پڑے۔ (آپ کی طبع مبارک پر یہ × اگراں گزرا، لہذا آپ واپس تشریف لے گئے) بعد میں فرمایا ہم باہر آئے تھے تاکہ شب قدر کے بارے میں بتائیں لیکن فلاں فلاں نے × نا شروع کردیا اور وہ اٹھالی گئی۔ ممکن ہے یہی v رے حق میں 4 ہو۔ لہذا تم انتیسویں، ستائیسویں اور Ò یں میں سے اسے تلاش کرو"۔

گویا قدرت کو بھی منظور نہ تھا کہ عام لوگوں میں اس کا چرچا ہو، یہ صرف اسی لئے تاکہ مسلمانوں میں عمل و بخشش اور جدوجہد کا جذبہ قائم رہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں حدیث پاک میں جو یہ آتا ہے کہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر ڈھونڈو غا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام اس طرح پوچھتے تھے: یارسول اللہ اکیسویں شب میں تلاش کریں؟ آپ فرمادیتے ہاں، دوسرا ستائیسویں کی یقین دہانی کرالیتا، اسی طرح Ò یں ستائیسویں اور انتیسویں کے بارے میں پوچھتے اور آپ سب کو وہی جواب دیتے کیونکہ آپ کی عادت مبارکہ تھی۔

كان يجيب على نحو مايسال عنه يقال له نلتمسها فى ليلة كذا؟ فيقول التمسوها فى ليله كذا. (ترمذی)

6 سوال ہوتا، ویسا ہی جواب دیا کرتے تھے۔ پوچھا جاتا، فلاں رات میں تلاش کریں؟ آپ فرماتے: ہاں فلاں رات میں تلاش کرو۔ شب قدر کی واضح تعیین تو نہ فرمائی مگر ترغیب و شوق کے لئے اس کے بے شمار فضائل بیان فرمادیئے د " کی روایت ہے:

ان الله وهب لامتى ليلة القدر ولم يعطها لمن كان قبلهم.

بے شک اللہ تعالیٰ نے صرف میری امت کو شب قدر دی ہے اور جو لوگ گزر گئے ان کو نہیں دی۔

طبرانی کی روایت ہے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

فمن قامها ايمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه.

جس نے ایمان و یقین کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ • نے پوچھا: میں اس رات میں کیا دعا کروں؟ فرمایا:

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنى.

اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے، عفو و درگزر کو I فرماتا ہے، مجھے معاف فرمادے۔

فطرانہ

اس عشرے کی ایک خصوصی عبادت صدقہ فطر بھی ہے، جو ہر صاحب حیثیت مسلمان پر تقریباً دو سیر گندم یا اس کی قیمت، کے حساب سے فرض ہے، اس کی ادا 5 نماز عید سے پہلے ہونی چاہیے تاکہ غرباء و نادار اپنی ضروریات خرید کر سب کے ساتھ خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

زكوة الفطر فرض على كل مسلم حر و عبد ذكر وانثى من المسلمين. (دار قطنى)

صدقہ فطر، مسلمان مرد و عورت، آزاد غلام سب پر فرض ہے۔

صدقہ فطر کی فر † کی حکمت بیان کرتے ہوئے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

زكوٰة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطمعه للمسالكين. من اداها قبل الصلاة فهى زكوٰة مقبولة ومن اداها بعد الصلاة فهى صدقة من الصدقات. ان شهر رمضان معلق بين السماء والارض. لايرفع الابزكوة الفطر.

روزہ دار سے جو لغویات اور فضول حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ فطرانہ ان سے روزوں کی تطہیر کرتا ہے اور مساکین کی خوراک کا ذریعہ ہے جو شخص نماز عید سے پہلے ادا کردے اس کی طرف سے یہ قبول کرلیا جاتا ہے مگر جو بعد نماز ادا کرے، اسے عام دیئے جانے والے صدقہ کا ثواب ملتا ہے، فطرانہ کا نہیں (اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ) روزے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں جب تک فطرانہ کی ادا 5 نہ ہو۔

آپ کے دینی مسائل

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: روزے کی مقصدیت، مریض کے لئے رعایت اور اس کے کفارہ کے حوالے سے راہنمائی فرمائیں۔

جواب: روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے قرآن پاک میں ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

''اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔ (البقرہ:۱۸۳)

اسلام میں آسانی اور رحمت کا U عبادات کی ادا 5 کے اندر بھی موجود ہے۔ کمزور اور ® لوگوں کو روزہ نہ رکھنے کی شرعی رعایت حاصل ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۱۸۴)

''پس اگر تم میں سے کوئی F رہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں (کے روزوں) سے 2 پوری کر لے، اور Î اس کی طاقت نہ ہو ان کے ذمے ایک مسکین کے کھانے کا بدلہ ہے، پھر جو کوئی اپنی خوشی سے (زیادہ) نیکی کرے تو وہ اس کے لیے 4 ہے، اور v را روزہ رکھ لینا v رے لیے 4 ہے اگر « ™ ہو''۔

قرآن حکیم کی سورہ بقرہ میں رمضان کے روزوں کے احکام، تعداد، تقاضے، رخصت و رعایت اور قضا کے احکامات مذکور ہیں۔ ان احکامات میں سے بعض احکام تشریح طلب ہیں جن کو صرف سنت نبوی A کے ذریعے ہی معلوم کیا جا Y ہے۔ روزے کا کفارہ بھی انہی امور میں سے ہے جس کی وضاحت حدیث رسول A میں موجود ہے۔

روزے کا کفارہ

عقل کی رو سے ہر فعل کی طرح روزہ چھوڑنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ شرعی عذر کی بناء پر، جیسے F ری، سفر وغیرہ

۲۔ بلا عذر شرعی { دانستہ روزہ توڑنا یا نہ رکھنا

قرآن کریم میں پہلی صورت کا حکم یعنی قضاء کا ذکر ہے مگر دوسری صورت یعنی دانستہ رمضان کا روزہ رکھنے یا رکھ کر توڑ دینے کا ذکر نہیں مگر A ء الٰہی کے مطابق رسول اللہ A نے یہ عقدہ حل فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم رسول اللہ A کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، اس اثناء میں آپ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور عرض کی یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا:

تجھے کیا ہوا ہے؟ عرض کی: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے قربت کرلی۔۔۔ رسول اللہ A نے فرمایا کہ مملوک ہے جسے آزاد کرو۔۔۔؟ عرض کی: نہیں۔۔۔ فرمایا: مسلسل دو مہینے روزے رکھ M ہو۔۔۔؟ عرض کی: جی نہیں۔۔۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا M ہو۔۔۔؟ عرض کی: نہیں۔۔۔ فرمایا: Ö جاؤ۔۔۔ اسی اثناء میں رسول اللہ A کے پاس Lروں کا ایک بڑا ٹوکرا لایا گیا، فرمایا: سوال کرنے والا کہاں ہے۔۔۔؟ عرض کی: جی میں حاضر ہوں۔۔۔ فرمایا: اسے لے کر صدقہ کردو۔۔۔ وہ شخص بولا! یارسول اللہ A : اپنے سے زیادہ غریب و محتاج پر؟ خدا کی قسم، مدینہ منورہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان کوئی گھرانہ میرے گھرانے سے زیادہ محتاج نہیں۔۔۔ اس پر نبی کریم A ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے پھر فرمایا: اسے اپنے گھر والوں کو کھلادو‘‘۔ (بخاری مسلم بحوالہ مشکوۃ:۱۷۶)

اس حدیث مبارکہ میں ایک طرف روزے کا کفارہ ۱۔غلام آزاد کرنا۔ ۲۔60 روزے رکھنا۔ ۳۔60 مسکینوں کو کھانا کھلانا واضح ہورہا ہے اور دوسری طرف اسلام کا رحمت، آسانی اور شفقت کا U بھی عیاں ہے۔

سوال: رمضان المبارک میں روزے نہ رکھنے کی قضا کب کی جائے اگر وہ شخص فوت ہوگیا اور روزے نہیں رکھ سکا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: ۱۔ Fر آدمی ایام ~ نعت کے علاوہ جب چاہے روزوں کی قضا کر Y ہے گو جلدی کرنا 4 ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ جب بھی روزے رکھے گا قضاء ہوجائے گی۔ گرمی ہو یا سردی۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

۲۔ جو آدمی فوت ہوگیا اور اسے قضاء کا موقع x نہیں آیا۔ اگر مالدار ہے تو جتنے روزے رہ گئے اتنے روزوں کے فدیہ کی وصیت کرجائے تاکہ اس کے مال سے فدیہ دیدیا جائے۔ فدیہ فی روزہ، صدقہ فطر کے برابر ہے۔ اس وصیت پر عمل واجب ہوگا۔ اگر وصیت نہیں کی تو ورثاء اپنی طرف سے فدیہ ادا کردیں تو بھی فدیہ ادا ہوجائے گا۔ اگر مالدار نہ تھا اور ورثاء بھی ایسا نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔

سوال: سعودی عرب میں پاکستان کی نسبت روزے عموماً پہلے شروع ہوتے ہیں۔ اسی نسبت سے عید بھی پہلے ہوتی ہے۔ پاکستانی شخص جو دوران رمضان وہاں à ، اس کے لئے روزوں اور عید کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

جواب: جو شخص رمضان المبارک میں پاکستان سے حجاز مقدس جاتا ہے اور حجاز مقدس میں پاکستان سے دو دن پہلے رمضان کا چاند نظر آگیا تھا اس صورت میں اس پاکستانی شخص کو پاکستانی حساب سے روزے رکھنے چاہئیں۔ ا% وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ ¬ کے طور پر عید کرے اور دو دن کی بعد میں قضاء کرے۔

سوال: رمضان میں 3 راتوں میں یا ایک رات میں À . قرآن پاک کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: تین دن میں قرآن کریم کا . ² سپیکر کی آواز مسجد سے باہر نہ جائے اور اہل علاقہ کے آرام میں ñ نہ آئے، بالکل جائز ہے۔ چند باتوں کو پیش نظر رO ۔ . یا کسی اور صورت میں قرآن کریم اتنا پڑھا جائے جس سے جی اکتا نہ جائے۔ جونہی اکتاہٹ محسوس ہوختم کردیا جائے۔ رسول اللہ A کا ارشاد ہے:

اقروا القران ماائتلفت علیه قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنه.

’’قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک v رے دل اس سے مانوس ہوں اور جب اختلاف کرنے لگو، اٹھ کھڑے ہو‘‘۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۱۹۰ ج۱)

۲۔ تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم نہ کیا

جائے رسول اللہ A فرماتے ہیں:

لم يفقه من قرا القران فی اقل من ثلث.

''جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا، وہ اسے نہ™ سکا''۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوۃ ص۱۹۱)

اتنا تیز تیز نہ پڑھا جائے کہ حروف کٹ جائیں اور™ میں نہ آئیں ام المومنین حضرت ام • رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ A قرات اس طرح کرتے:

كان رسول الله A يقطع قراته يقول الحمد لله رب العلمين ثم يقف ثم يقول الرحمن الرحيم ثم يقف. (ترمذی، مشکوۃ ص۱۷۱)

''رسول اللہ A اپنی قرات جدا جدا کر کے پڑ__ تھے۔ **الحمدللہ رب العالمین** پڑھ کر ٹھہر جاتے، پھر **الرحمن الرحیم** پڑ__ ، پھر ٹھہرتے''۔

یاد رہے کہ اس . سے مقصود روBجمع کرنا نہ ہو۔ محض اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ رسول اللہ A نے فرمایا:

من قرا القران فیسئال الله به فانه سیجئی اقوام يقرون القران يسئالون به الناس.

''قرآن پڑھنے والا اس کا صلہ اللہ سے مانگے۔ عنقریب کچھ لوگ آئیں جو قرآن پڑ 3 گے اور اس کے ذریعے لوگوں سے مانگیں گے''۔ (احمد، ترمذی، مشکوۃ ص۱۹۳)

یہ ارشادات نبوی اتنے واضح ہیں کہ کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کی روشنی میں . بھی کریں اور دعوت عام بھی دیں۔ بس ان ہدایات کی پابندی کریں۔ اللہ پاک آپ کو اور ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ یہ نہ ہو کہ منتظمین تو دودھ اور ¦ ں کے حساب میں مصروف رہیں۔ خود شرکت نہ کریں اور جو غریب قابو آ جائیں انہیں رات بھر باری باری حفاظ صاحبان قرآن سناتے رہیں۔ سنانے والے تو بدلتے رہیں اور آرام کرتے رہیں لیکن جو سیدھے سادھے سامعین قابو آ جائیں، رات بھر کھڑے کھڑے تھک کر چور ہو جائیں اور آئندہ اس کام کی طرف رغبت محسوس نہ کریں۔

=7ça äqçjÚ á^ßÒ...^Òæ I ^Ûn¿ßi

قائد ڈے نمبر فروری 2012ء 2nd ایڈیشن کی اشاعت

قائد ڈے نمبر فروری 2012ء کی غیر معمولی پذیرائی اور اندرون و بیرون ملک سے مزید ڈیمانڈ پر اس خصوصی شمارے کا 2nd ایڈیشن شیخ الاسلام کے حالیہ دورہ بھارت کی رپورٹ کے اضافہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

اس خصوصی شمارہ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی حقیقی اسلامی تعلیمات کے فروغ پر مبنی مذکورہ خدمات سے ہر سطح پر عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لئے تمام تنظیمات و کارکنان اپنا کلیدی کردار ادا کریں اور اپنے علاقوں میں موجود ہر طبقہ زندگی کی نمایاں شخصیات، قومی و نجی تعلیمی اداروں، لائبریریز، علماء، مشائخ اور سکالرز تک اس خصوصی شمارہ کو à ئیں۔

اس شمارہ کی قیمت 100 روپے مقرر کی گئی ہے۔ آپ کو یہ شمارہ X تعداد میں درکار ہے؟ اس بارے درج ذیل نمبرز پر فوری طور پر مطلع کریں تاکہ VP کے ذریعے یہ شمارہ آپ کو جلد از جلد à یا جاسکے۔

0300-8886334, 0300-8105740،042-111-140-140 Ext:128

ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

میری o ت کے آبگینوں میں دf ہوئی M ۔۔۔۔۔ میرے من کی * ں میں اُترتی ہوئی آواز

میری عروسِ فکر کا عنوان ہیں مصطفیٰ A

i مہر احمد ملک

رنگ و رعنائی کے شہر اسلام آباد میں مجھے کتابوں کی لگن ایک بک سنٹر پہ لے گئی ایک کتاب کے اچھوتے موضوع نے چونکا دیا تجسس نے اس کے مطا ¬ پہ مجبور کیا تو اس میں دیگر مسالک کے نامور علماء، اکابرین اور صاحبان مسند و ارشاد کے اچھوتے نظریات تھے۔ جوں جوں یہ تحریریں پڑھتا گیا عشق رسول میں تڑپتی ہوئی آنکھ کے آنسو اور مچلتے ہوئے دل کی دھڑ o بے قرار ہوگئیں۔ ان تحریروں سے مقامِ مصطفیٰ A سے ناآشنائی i رہی تھی اور ہر جملہ سے عمداً شان و Ñ مصطفیٰ A کو کم کرنے کی مذموم کاوشیں عیاں %o۔

کتاب میں { نبی اکرم A اور عام امتی کا 7 ں ہونے میں موازنہ کروایا جارہا تھا۔۔۔ کسی تحریر کے ذریعے ختم نبوت کے o ہ میں نقب لگائی جارہی تھی۔۔۔ کسی مقام پر آپ A کے علم غیب کی نفی کے دلائل دیئے جارہے تھے۔۔۔ کوئی صفحہ آقا A کے اختیارات اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں حاصل مقام محبوبیت کی نفی پر مشتمل تھا۔۔۔ { عدم حیاتِ نبی A پر مکروہ دلائل کا انبار تھا اور { بشر، بشر اور صرف بشر کے الفاظ کی تکرار موجود تھی۔

جوں جوں میں اس کتاب کے صفحات ¼ چلا گیا۔ میرے دل کی بیتابی ان اکابرین کی اس • سوچ پر ہجر کی رات کی طرح بڑھتی ہی چلی گئی۔ قلم میرے û ہاتھوں سے ان مکروہ و مذموم عقائد کی ¬ ت لکھنے سے قاصر ہے۔۔۔ G منہ کو آرہا ہے اور خون دل آ \ ں سے رواں ہے۔ اس لئے کہ ہم تو بقول اقبال اس o ہ کو L میں سجائے ہوئے ہیں کہ

؎ شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

ایک اشک ایک آہ

آنسو ہیں کہ – ں پہ آکر جم سے گئے ہیں، آہیں ہیں کہ L میں گھٹ سی گئی ہیں، سانس ہیں کہ رکتے ہوئے سے محسوس ہوتے ہیں، دل کی کائنات ہے کہ ڈوبتی ہوئی سی معلوم ہوتی ہے کاش یہ الفاظ پیش نگاہ ہونے سے پہلے ہی میری آنکھیں ß اگئی ہوتیں، میرے L میں دھڑکتا ہوا دل سنگ وخشت میں تبدیل ہوگیا ہوتا۔ دل ناصبور ہے کہ رکتا ہی نہیں، دھڑ o ہیں کہ تھمتی ہی نہیں۔۔۔ آہ میرؔ جیسے لوگ کہاں چلے گئے دنیا ادب کا قرینہ رکھنے اور محبت کرنے والے لوگوں سے کیوں تہی دامن ہوگئی جن میں تکریم وتحریم کا جذبہ اس پیرایہ اظہار سے کم میں ڈھلتا ہی نہیں تھا۔

دور بیٹھا غبارِ میرؔ اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

دل میں بسا حضور A کی o ت کا آ é
ان احساسات کے ساتھ پھوٹ بہا کہ ''معلوم ہے کچھ تم کو محمد A کا مقام!''

میرے حضور A کی بارگاہ کائنات ہستی کی سب سے بڑی بارگاہ ہے جہاں کبرو ناز، عجزو نیاز کے سانچے میں ڈھل کر روضہ اقدس پہ باریابی کے لئے آقائے دو جہاں A سے اذن طلب کرتا ہے۔۔۔ جہاں ستر ہزار فرشتوں کی نورانی جماعت سلامی کے لئے روزانہ ÷ خضریٰ پہ حاضری دیتی ہے اور پھر قیامت تک اپنی باری کے لئے ترستی ہے۔۔۔

؎ آہستہ قدم نیچی نگاہ پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول A عربی ہے
اے زائر بیت نبی A یاد رہے یہ
بے قاعدہ جنبش لب یہاں بے ادبی ہے

جن کی لحدِ اطہر کو چومنے کے لئے عرش اعظم بھی جھکا رہتا ہے۔۔۔ جہاں جنیدؒ و بایزیدؒ ایسے اولیاء بھی لرزیدہ نفس حاضر ہوتے ہیں۔۔۔ جہاں کونین کی Û تھم جاتی ہیں۔۔۔ جہاں محبت اپنی انتہاؤں کو چھو g ہے۔

؎ اس کے آگے کوئی جادہ ہے نہ منزل نہ مقام
ہم مدینے کے درو بام تک آ ã ہیں

صاحب Ÿر ومحراب، حامل جبہ و دستار، زینت مسند و ارشاد، مقام اتنا بلند کہ ہمالہ صفت اور سوچ اتنی پاتال میں کہ عقل حیراں، شعور و ادراک ماؤف اور لب اظہار گنگ مگر عشق کی مُشکبو سوچ میں

؎ دانش مری آداب محبت پہ نظر ہے
, ہے مرا نقش کف پائے محمد A

عاشقان مصطفیٰ A ! میں کتاب عشقِ کے عنوان ¼ جا رہوں آپ اپنی دیدۂ بینا سے

؎ عقل تمام بو † عشق تمام مصطفیٰ A

کی میزان پہ پرکھتے جائیے۔ { یہ خامیٔ ایماں ہی نہ ہو میں اندیشۂ جاں کو آپ کے قلب صمیم پہ چھوڑتا ہوں اس کارِ محبت میں بخدا کسی کی دلآزاری مقصود نہیں É ادب کی پاسداری مطلوب ہے اور یہ امر بہاروں کے پھیلے ہوئے آنگن میں جھومتی ہوئی خوشبو کی طرح ہے کہ

؎ صرف توحید کا شیطاں بھی ہے قائل یوں تو
شرطِ ایماں ہے محمد A کی غلامی یہ نہ بھول
اس سے نسبت نہ ہو گر تو محاسن بھی گناہ
وہ شفاعت پہ ہو مائل تو جرائم بھی قبول

خمیدہ سر یہاں دیکھی ہے خواجگی میں نے

میرے حضور A کی تو ایسی بارگاہ عزوجاہ ہے کہ یہاں تو سلاطین بھی آتے ہیں تاج سر سے اتار کے، اُن کی خلد آثار گلیوں میں تو مانگتے تاجدار پھرتے ہیں یہاں تو سُوئے ادبی کا ادنیٰ سا شائبہ بھی حبطِ اعمال اور راندۂ درگاہ کردینے کے لئے کافی ہے کیونکہ

؎ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرe ں میں

اس ژولیدہ فکری کے جواب میں صاñ ادہ خورشید احمد گیلانی کے عشق رسول A میں ڈوبے ہوئے یہ پھول سے الفاظ اہانت رسول A سے داغ داغ دلوں کے زخموں کا مرہم اور تڑپتی ہوئی روحوں کے درد کا درماں ہیں وہ بارگاہ رسالتمآب A میں اپنی o توں کا عطر بصد عجز و نیاز یوں پیش کرتے ہیں:

''بعض تنگ نظر مذہبی ò ں میں حضور A کی ذات اقدس کے حوالے سے ایک طرح کی بحث و تکرار کا رنگ جھلکتا ہے ² آپ A کی ذات تکرار کے لئے نہیں É پیار کے لئے تخلیق ہوئی ہے۔ محبت کی انتہا کا نام محمد A ہے۔ فرق صرف زاویہ نظر کا ہے، وہ نصیب ہوجائے تو سارا منظر بدل جاتا ہے۔ بلاشبہ حضور A کی ذات کے عرفان کے لئے ابوجہل کی آنکھ نہیں بلالؓ کا حسن نظر چاہئے۔

ے ترا پَر تو ہی وجہ سجدہ تھا بزم ملائک میں
ازل سے ہم تو قائل ہیں ترے اکرام بے حد کے

’’مجھے اس وقت ذاتی طور پر بہت الجھن محسوس ہوتی ہے جب کوئی ایسی کتاب نظر سے گزرے جس کا سرنامہ تو حضور A کے نام نامی سے مزّین ہو مگر مندرجات بحث اور حجت سے معمور ہوں۔ اس طرح اگر دو آدمیوں کے درمیان تذکار تو حضور A کا ہو مگر نوبت تکرار تک â ہوئی ہو خواہ مسئلہ کتنا ہی فنی اور کلامی کیوں نہ ہو۔

روکا تھا جس نے بحث و نزاع و جدال سے
موضوع بن گیا ہے وہی قیل و قال کا

مجھے ایسی کتاب کے مصنف اور مقرر کی جسارت پر حیرت ہوتی ہے اور یہ امر آج تک کیوں نہ™ آسکا کہ آپ A کی ذات بحث وتمحیص کا نہیں محبت کا تقاضہ کرتی ہے اور کوچۂ محبت، تکرار نہیں پیار چاہتا ہے تو یوں سمجھئے کہ تذکار حضور A کے e میں نوبت تکرار تک â ہوئی ہے۔ فرقہ وارانہ اختلافات نے ہماری زبانیں دراز کردی ہیں اور ہم ناپ تول اور ظن وتخمین کے چکر میں رہتے ہیں وگرنہ کسے معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں؟ جنیدؒ و بایزیدؒ جہاں دم سادھے ہاتھ باندھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں، i وسلیم اپنی شوکت کا تاج اور رومی و جامی اپنی فضیلت کی دستار اتار کر یہاں پیش ہوتے ہیں۔

اپنے معیار محبت پہ نگاہ تنقید
نہیں معلوم کس کس کی نظر سے گزرے

آج ہر ترش رو ملا اور تند خو غ اپنی بات کا آغاز ہی حضور A کی ذات کو موضوع بحث بنا کر کرتا ہے۔ ایسے میں اسے کون سمجھائے کہ تم حضور A کی Ñ شان کا احاطہ کرنے میں لگے ہوئے ہو ² یہاں یہ عالم ہے کہ

ان کی نعلین کو پیوند لگانے والے
قاب قوسین کی منزل کا پتہ دیتے ہیں

مجھے یہ مزاج L راس نہیں آیا کہ حضور A کو نورانیت اور بشریت کے خانے میں رکھ کر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے اور ان کے علم کو جانچنے کے لئے دنیاوی e نوں کو اپنایا جائے کیا ہم اپنا زاویہ فکر اور نقطہ نظر نہیں بدل M۔ کیا خیال تصور کے دریچے میں پھول نہیں رکھ Y؟ نورو بشر کے ضمن میں مکتب و مدرسہ میں کیا کیا مناظرے برپا نہیں ہوتے لیکن کوئی سخن فہم اور صاحب ذوق ہو تو بات کو فرش سے عرش تک à دیتا ہے اور ساری خشونت کافور ہوجاتی ہے‘‘۔

ے ان کی Ñ کی i دیکھ کے معراج کی شب
کب سے جبریلؑ کی خواہش ہے کہ بشر ہوجائے

اُمّی وہ آبروئے سخن ور } جسے

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اس ضمن میں یوں گہر بار ہیں:

’’محمد A کے نام سے ابوجہل اور ابو † کی طرح جلنے والے محمد A کی Ñ کو علمی تو ù ت اور تاویلات کرکے دلوں سے [نے والے محمد A کی سیرت پاک کو اپنی ناپاکیوں اور گندگیوں پر قیاس کرتے ہوئے مسخ کرکے پیش کرنے والے کاش آج اپنے مٹی کے گھروندوں سے باہر نکل کر دیکھیں کہ اس دور یاجوجیت اور اس غلبہ دجالیت کے باوجود کسی یونیورسٹی، کسی کالج، کسی جامعہ، کسی اکیڈمی، کسی کتب خانے، کسی تجربہ گاہ میں، کسی ماہر فن کے ¼ روم میں، کسی پروفیسر کے I درس میں وہ æ وہ دلکشی و رعنائی اور وہ قوت جذب پائی جاتی ہے جو اس مقام میں ہے جہاں اس امی لقب A کا جسد ظاہری محو استراحت ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا (احمد A) اور جسے اس کے رب نے سب سے زیادہ تعریف کیا گیا (محمد A) کہہ کر پکارا۔

با محمد A ہوشیار

شورش کا a ی مرحوم نے اختر شیرانی کے

متعلق – ہے کہ اختر شیرانی اک بلانوش شرابی، محبت کا Â راور رومان کا تاجور تھا۔ لاہور کے ایک مشہور ہوٹل میں ایک دفعہ چند کمیونسٹ نوجوانوں نے جو بلا کے ذہین تھے رومانوی شاعر اختر شیرانی سے مختلف موضوعات پر بحث چھیڑ دی۔ وہ بلانوش تھے شراب کی دو بو³ وہ اپنے حلق میں انڈیل چکے تھے، ہوش و حواس کھو چکے تھے تمام بدن پر رعشہ طاری تھا حتی کہ دم گفتار الفاظ بھی ٹوٹ ٹوٹ کر زباں سے نکل رہے تھے۔ ادھر اختر شیرانی کی انا کا شروع ہی سے یہ عالم تھا کہ اپنے سوا کسی کو مانتے نہیں تھے۔ نجانے کیا سوال زیر بحث تھا فرمایا ''مسلمانوں میں اب تک تین شخص ایسے پیدا ہوئے ہیں جو ہر اعتبار سے جینیس (ذہن و ,) بھی ہیں اور کامل فن بھی، پہلے ابوالفضل، دوسرے اسداللہ خان غالب، Š ے ابوæم آزاد۔ شاعر وہ شاذ ہی کسی کو مانتے تھے n شعراء میں جو واقعی شاعر تھے انہیں بھی اپنے سے ² خیال کرتے تھے۔ کمیونسٹ نوجوانوں نے فیض کے بارے میں سوال کیا، طرح دے گئے۔۔۔ جوش کے متعلق پوچھا، کہا: وہ ناظم ہے۔۔۔ سردار جعفری کا نام لیا تو مسکرا دیئے۔۔۔ فراق کا ذکر چھیڑا تو ہوں ہاں کرکے چپ ہوگئے۔۔۔ ساحر لدھیانوی کی بات کی، سامنے بیٹھا تھا، فرمایا: مشق کرنے دو۔۔۔ ظہیر کا ª ی کے بارے میں کہا: نام سنا ہے۔۔۔ احمد ندیم قاسمی؟ فرمایا: میرا شاگرد ہے۔۔۔

نوجوانوں نے جب دیکھا کہ ترقی I تحریک ہی کے منکر ہیں تو بحث کا رخ ¢ دیا۔ کہنے لگے حضرت فلاں پیغمبرؑ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آنکھیں مستی میں سرخ ہو رہی‰ ، نشے میں چور تھے، زباں پر قابو نہیں تھا لیکن چونک کر فرمایا: کیا بکتے ہو؟ ادب و انشاء یا شعر و شاعری کی بات کرو''۔۔۔ اس پر کسی نے فوراً ہی افلاطون کی طرف رخ موڑ دیا کہ اس کے مکالمات کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ارسطو اور سقراط کے بارے میں سوال کیا مگر اس وقت وہ اپنے موڈ میں تھے فرمایا اجی! یہ پوچھو کہ ہم کون ہیں؟ یہ ارسطو افلاطون یا سقراط آج ہوتے تو ہمارے ô میں بیٹھتے۔ ہمیں ان سے کیا غرض کہ ہم ان کے بارے میں رائے دیتے پھریں۔

ان کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز سے شہ پاکر ایک ظالم کمیونسٹ نے چبھتا ہوا سوال کیا آپ کا حضرت محمد A کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔؟ اللہ اللہ! نشے میں چور اک شرابی۔۔۔ جیسے کوئی برق تڑپی ہو، بلور کا گلاس اٹھایا اور اسکے سر پر دے مارا۔۔۔ بدبخت اک عاصی سے سوال کرتا ہے۔۔۔ اک روسیاہ سے پوچھتا ہے۔۔۔ اک فاسق سے کیا Z انا چاہتا ہے۔۔۔؟ غصے سے تمام بدن کانپ رہا تھا، اچانک رونا شروع کردیا حتی کہ ¥ ں بندھ گئیں۔ ایسی حالت میں تم نے یہ نام کیوں لیا؟ « جرات کیسے ہوئی؟ گستاخ! بے ادب

؎ باخدا دیوانہ باش بامحمد A ہوشیار

اس شریر سوال پہ توبہ کرو میں V رے خبث باطن کو سمجھتا ہوں۔ خود قہر و غضب کی تصویر ہوگئے۔ اس نوجوان کا حال یہ تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اس نے بات کو موڑنا چاہا مگر اختر کہاں E تھے۔ اسے À سے نکال دیا پھر خود بھی اٹھ کر چل دیئے۔ ساری رات روتے رہے کہتے تھے ''یہ لوگ اتنے بے باک ہوگئے ہیں کہ ہمارا آخری سہارا بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہیں، میں Õ ر ضرور ہوں لیکن یہ مجھے کافر بنادینا چاہتے ہیں''۔

رات کے تاریک سناٹوں کی پیداوار لوگ
میکدوں میں سیرت خیرا 2 پہ N چیں

(ماخوذ از مضامین شورش ii۔ مجھے ہے حکم اذاں)

شیطان کا علم علم نہیں É جہالت کا شاہکار ہے

سائیں توکل شاہ انبالویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت فلاں مولوی نے شیطان کے علم کو جناب

رسول A پاک کے علم سے زیادہ کہا ہے کیونکہ وہ بہت پہلے پیدا ہوا تھا اور اس نے حضرت آدمؑ اور دیگر انبیاءؑ کو دیکھا ہوا ہے، امتداد زمانہ کی معلومات اس کے پاس بہت زیادہ ہیں۔۔۔

آپ نے فرمایا یہ غلط ہے۔ علم اللہ کی صفت ہے اور حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ کی معرفت (T ن) حاصل ہو۔ علم والا اللہ کی رضا کے لئے کام کرتا ہے اور ان کاموں سے گریز کرتا ہے جو اس کی نارW کا موجب ہوں جناب رسالتمآب A کا مقام و مرتبہ اس کائنات رنگ و بو میں اللہ کے بعد سب سے اعلیٰ و افضل ہے اللہ کی جملہ صفات کا پَر تو جناب رسالتمآب A میں موجود تھا۔ علم جو اللہ کی عظیم صفت ہے وہ بھی حضور A میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ شیطان جاہل ہے، وہ اللہ کے علم کی صفت نہیں پاY اگر اسے علم حاصل ہوتا تو اسے یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ وہ انکار سجدہ سے ملعون ہوجائے گا اور وہ اس سے باز رہتا مگر اسے اتنا بھی معلوم نہ ہوسکا پھر اسے افسوس بھی نہ ہوا اور نہ توبہ کا خیال آیا، اس سے زیادہ جاہل اور کون ہوY ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جس کسی کی عمر زیادہ ہو وہ صرف زیادہ عمر کی بنا پر زیادہ عالم نہیں ہوجاتا دعوے کی یہ بنیاد ہی غلط ہے‘‘۔

ایک ثناء گر کے الفاظ میں ’’پروردگار عالم! تیری بسائی ہوئی Â میں ایسے لوگ بھی بستے ہیں جو تیرا ہی کھاتے ہیں مگر تیرے محبوب A کے ادب سے اغماض کرتے ہیں۔۔۔ اے کائنات کے پالنہار! آج تیرے انسانوں کی اس Â میں تیرے محبوب A کے علم رفیع کو خاکم بدہن پاگل مجنوں اور جانور کا سا علم جاننے والے بھی رہتے ہیں، شیطان اور ملک الموت کے علم کو نصِ قرآنی سے ثابت کیا جاتا ہے اور آمنہؓ کے لال A کے لئے علم غیب ماننے والوں کو مشرک کہا جاتا ہے۔۔۔ اے خالق ارض و سما! یہ کیسا اندھیر ہے کہ نماز میں گاؤخر کا خیال آئے تو نماز کی تکمیل ہوجائے لیکن تیرے محبوب A کا خیال آئے تو نماز فاسد ہوجائے۔۔۔ بقول حضرت امام بوصیریؒ جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبیؑ کے متعلق کہا اسے چھوڑ دے اس کے علاوہ محبوب A کی مدح میں جو چاہے کہہ اور سن روا ہے۔ آپ کی ذات سے (اس کے علاوہ) جو شرف اور جس قدر Ñ چاہے™ب کر، آپ کی فضیلت کی کوئی حد نہیں آپ شب Ì میں آفتاب کی مانند ہیں جسے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔۔۔ (انسان آپ کی Ñ کا صحیح اندازہ ہی نہیں کرY)۔

دل کے سدرہ میں تیری یاد کا جبریلؑ بسے

علامہ اقبالؒ نے ہمیشہ رسول اکرم A کے مقام و مرتبے کا دل سے احترام کیا۔ آ 8 ر A سے والہانہ محبت و o ت ان کی ذات کا نمایاں U تھا اور یہی آپ کی زندگی کا کل سرمایہ پس عشق رسول A اقبال کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی، اسی لئے آپ فرماتے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

پروفیسر طاہر فاروقی سیرت اقبال میں لکھتے ہیں کہ آپ حُبِّ رسول A میں اس قدر سرشار تھے کہ جب L ذکر رسول A ہوتا آپ بیتاب ہوجاتے اور دیر تک روتے رہتے۔ حکیم محمد حسن قرشی کا بیان ہے کہ ایک پہر میں علامہ کو ملنے گیا، دیکھا تو آ \ ں سے آنسو رواں ہیں۔ سبب پوچھنے پر کہنے لگے ابھی ابھی ایک مسلمان نوجوان مجھ سے ملنے آیا تھا، وہ مرے آقا A (فداہ امُی وابی) کو بار بار ’’محمد صاحب‘‘ کہہ رہا تھا، مجھے دلی صدمہ ہوا کہ اس قوم کا کیا بنے گا جس کے نوجوان اپنے محسن حقیقی سے اس قدر بے خبر ہوں۔ میں تو اس قدر بھی برداشت نہیں کرY کہ کوئی شخص یہ کہے کہ V رے پیغمبر A نے ایک دن , کپڑے ê ہوئے تھے۔

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ا k

حکیم محمد حسن قرشی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اور سید امجد علی، علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں بال جبریل کی بعض نظموں اور غزلوں پر بحث ہوتی رہی۔ امجد علی نے اس شعر کو بار بار اس انداز سے پڑھا جیسے وہ اس میں ‡ محسوس کررہے ہوں:

روز حساب جب مرا پیش ہو دفتر عمل
آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

جب ہم علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور محبت سے قریب بٹھایا، ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد امجد علی نے جرات کرکے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی بولے:

ڈاکٹر صاحب! بال جبریل کے مطا ¬ سے بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر اللہ تعالیٰ سے نوک جھونک کے موڈ میں ہے۔

علامہ نے جن پر پہلے سے ۂ کا عالم طاری تھا چونک کر جواب دیا: بھائی! v را خیال درست ہے لیکن ایک بات ذہن میں رکھ D چاہئے کہ خدا سب کا ہے اور رسول A ہمارا ہے۔ اسلئے جہاں ناموس رسالت A اور رسول اللہ A کی ذات اقدس کا m ہو وہاں ایسی جرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ماخوذ انجمن از فقیر سید وحیدالدین)

اقبال بارگاہ رسالتمآب A میں

علامہ اقبال کا جذبہ عشق و احترام رسول A اس حد تک تھا کہ وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں اس درجہ مضطرب و پریشان رہتے تھے کہ مبادا { ان کی عمر رسول پاک A کی عمر سے تجاوز نہ کرجائے۔ حکیم احمد شجاع نے ایک دن آپ کو بہت زیادہ فکر مند و پریشان دیکھ کر پوچھا آپ اس قدر مغموم و افسردہ کیوں ہیں؟ ڈاکٹر محمد اقبال نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا احمد شجاع! میں یہ سوچ کر اکثر مضطرب و پریشان ہوجاتا ہوں کہ { میری عمر نبی کریم A کی عمر عزیز سے زیادہ نہ ہوجائے۔ بالآخر یہ عاشق صادق اس اندیشے سے کہ { اس سے عمر کے معاملے میں سوئے ادبی نہ ہوجائے اپنے آقا و مولا A کی عمر تک ã سے قبل ہی اکسٹھ برس کی عمر میں اس دار فانی سے کنارہ کرکے حضور A کے سایہ عاطفت میں V گیا۔ (ایضاً)

خاک حجاز کے نگہباں سے

تو ہم آں مے q از ساغر دوست
کہ باشد تا ابد اندر بر دوست
سجودے – اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مِژہ خاک درِ دوست
تو سلطان حجازی من فقیرم
ولے درکشود و معنی امیرم

”اے سلطان ابن سعود! تو بھی دوست کے ساغر سے محبت کی ایسی شراب پی کہ ہمیشہ دوست کے دل میں تیرا مقام رہے۔۔۔ اے عبدالعزیز! جسے تو عدم معرفت اور نافہمی کے سبب سجدہ سے ¨ کرتا ہے یہ سجدہ نہیں ہے É میں تو اپنے محبوب A کی چوکھٹ پہ –ں سے جاروب کشی کررہا ہوں۔۔۔ اے ابن سعود! تو نجد و حجاز کا امیر ہے اور میں تیرے سامنے اک فقیر بے نوا ہوں لیکن جہاں تک معرفت کا m ہے تو میں امیر ہوں اور تو میرے سامنے فقیر بے نوا“۔

خدا Ÿ میں تیرے بولتا ہے

حضور A کے ایک نام لیوا کے الفاظ میں

”میرے حضور A ۔۔۔ملتمس ہوں کہ کسی کی Ñ

T نتے کے لئے بھی تھوڑی بہت Ñ چاہئے چھوٹا ذہن آپ کی Ñ کا اندازہ ہی نہیں کرY ۔ کفار کی سوچ کی رسائی یہیں تک تھی کہ آپ بازاروں میں محوخرام ہوتے ہیں اور لذت کام و دہن سے مستفیض ہوتے ہیں آپ (خاکم بدہن) اللہ کے پیغمبر کیسے ہوM ہیں۔۔۔؟ فرشتے آپ کے ساتھ کیوں نہیں۔۔۔؟ حالانکہ فرشتے آپ کے ساتھ تھے (بدرو احد وحنین میں) مگر فرشتوں کو دیکھنے کے لئے بھی تو نگاہ چاہئے۔ کفار کی یہ بھی ہرزہ سرائی تھی کہ آپ کے پاس دولت کیوں نہیں۔۔۔؟ حالانکہ دولت آپ کے پاس تھی مگر وہ ایمان کی دولت تھی جسے کفار نہیں T نتے تھے ان کی کج نظری میں وہ دولت، دولت ہی نہیں تھی۔ جو لوگ آپ کی Ñ کو T نتے کی صلاحیت رکھتے تھے انہوں نے آپ کو T ن لیا وہ آپ کے دامان کرم سے وا h ہوکر Ó ں کی بلندیوں پر V گئے۔۔۔ اور جو بزعم خویش ابوالحکم اور دانشور بنے پھرتے تھے ان کی عقل کا بھانڈہ چوراہے میں پھوٹ گیا اور وہ زمانے کی نگاہ میں ابوجہل ٹھہرے۔

حضور A ۔۔۔ آپ ہی کی ذات کریمانہ صفات سے حق و باطل میں اq ز قائم ہوا۔ جو لوگ حضور A کے دامن کرم سے وا h ہیں اور آپ کی ذات کا حُسن جن کے لئے جنت نگاہ ہے وہ اہل حق ہیں۔۔۔ اور جن کی چشم o ت میں حضور A آپ کا مقام نہیں وہ اہل باطل ہیں۔۔۔ آ7 ب A کی شخصیت a سے جہل و دانش کا فرق واضح ہوگیا۔ صاحب دانش وہ ہے جو حضور A کی Ñ کو T نتا ہے، آپ کے ادب و احترام کو دل میں جگہ دیتا ہے۔۔۔ اور جاہل وہ ہے جو حضور A کی بے عیب ذات میں عیب تلاش کرتا ہے اور حضور A کی شان میں بے ادبی و گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔

جو لوگ حضور A کے متعلق بات کرتے وقت ایسے الفاظ و $ ت ا E ل کرتے ہیں جن سے سوئے ادبی ٹپکتی ہے بلاشبہ یہ چھوٹے لوگ ہیں ان کے ذہن H اور سوچ پست ہے۔ یہ اپنے ذہن کی پست سطح سے اوپر اٹھ ہی نہیں M اگرچہ بزعم خویش یہ عالم و پارسا بنتے ہیں لیکن ہیں جاہل و اM ء۔ منافقوں کے متعلق فرقان حمید ہے کہ اگر آپ A کو > ئی ã تو انہیں برا 4 ہے۔

دانش فرنگ کے اس دور میں آج بھی کچھ لوگ ایسے ملتے ہیں جن کے سامنے اگر حضور A کی رفعت شان بیان کی جائے تو ان کی سوچ کے آ å کو) پہنچتی ہے حالانکہ آپ کی تعریف سے خدا کی شان کبریائی اور اس کی Ñ و رفعت کی اولیت پر کوئی فرق نہیں آتا É اس **ورفعنالك ذكرك** کی اصل انتہا واضح ہوجاتی ہے کہ خدا کو اپنی وحدانیت سے زیادہ اپنے محبوب A کا ذکر I ہے۔ جب اللہ کو یہ بات I ہو اور اس کے لئے باعث خوشی ہو تو پھر اس کے محبوب A کا نام زیادہ سے زیادہ کیوں نہ بلند کیا جائے۔ جب ان کا نام لینا A ئے ایزدی بھی ہو اور ایمان کا تقاضہ وتکمیل بھی تو پھر ثنائے خواجہ A سے کیوں نہ اپنی مغفرت کے لئے التماس دعا اور لطف وکرم کا سوال کیا جائے۔

اللہ نے اپنے محبوب A کے ذکر کی بلندی کا کچھ اس طرح اہتمام کیا ہے کہ ایک طرف خود اور اپنے فرشتوں پر ان کے نام کی تسبیح کو لازم کرکے اسے اذان و صلوٰۃ میں شامل کردیا ہے اور دوسری طرف اسم محمد A میں ایسی حلاوت بسائی ہے کہ اس سے زیادہ لذت کسی اور شے میں نہیں پائی جاتی۔ پس وہ محمد A

کا ذکر ہی ہے جس کے %محض خدا کی خدائی کے اقرار سے کوئی مسلماں نہیں ہوY ۔۔۔ اذان کسی نومولود کے کان میں ہو یا کسی مسجد کے مینار سے محمد A کے ذکر سے خالی نہیں ہوسکی۔۔۔ درود کے %نماز نا å ہے اور درود خدا، اس کے فرشتوں اور اہل ایمان کا محبوب r ہے۔ غرض مہد سے لے کر لحد تک دینی شعائر میں کوئی عمل یا o ہ ایسا نہیں جو اسم محمد A کی شمولیت کے %معتبر و مقبول بارگاہ الٰہی ہو۔

اللہ کے ساتھ اسم محمد A کی یہ پیوستگی اس دنیا تک ہی محدود نہیں É اس کا سلسلہ آخرت کی بخشش ونجات تک دراز ہے۔ وہ خدا کا محبوب ہو ہی نہیں Y جو محمد A کو محبوب نہ رکھے اور یہ محبوبیت جس درجے میں پائی جائے گی اسی درجے میں کوئی بندہ خدا کا محبوب قرار پائے گا۔ گویا اپنے بندوں کے ساتھ اللہ کی خوشنودی و رضا اور بخشش و عطا کا میزان یہ ہے کہ وہ محمد A کو اپنے دل میں کیا مقام دیتے ہیں۔ محمد A سے کٹ کر خدا سے نہیں جڑا جا Y پس حُبِّ رسول A ہی متاع دنیا و دیں ہے۔

پس ایمان کی تکمیل کا ® رحضور A کی محبت پر موقوف ہے۔ محبّ کا محبوب کو پکارنا محبت کی فطرت ہے، جسے جس سے محبت ہوتی ہے وہ اسے ضرور یاد کرتا ہے۔ محبت دراصل اپنے محبوب ہی کو پکارنے کا اصطلاحی نام ہے۔ ہمیں ہمارے حضور A اپنی جانوں سے بھی { زیادہ عزیز ہیں۔ ایک جان تو کیا ہم ایسی لاکھوں جانیں آپ کے قدموں پہ نثار کردیں۔ ہم مسلمان اپنا دل محبوبِ حجازی A کو پیش کر چکے ہیں اسی لئے ہمارا آپس میں گہرا m ہے ہمارا باہمی رشتہ صرف آپ ہی کی محبت کے سبب قائم ہے۔

ہم نے بنیاد دوستی رکھی یاد خیرا 2 A کے رشتے سے

اللہ ہمیں اپنے حبیب A کی محبت سے نوازے تاکہ اسلام کا وہ گزرا ہوا دور ایک بار پھر لوٹ آئے، اس گزرے ہوئے دور کی ساری عظمتیں اور برکتیں آپ کی محبت ہی کے دم سے‰ ۔ آپ کی ذات پہ N ì اور صفات میں Ã کم نصیبی کا موجب ہے اگر کوئی اور ہمارے حضور A کی شان میں کلام کرتا تو افسوس نہ ہوتا افسوس تو اپنوں پہ ہوتا ہے غیروں پہ نہیں۔

حالانکہ یہ امر حقیقت ہے کہ آپ کی شان اتنی ارفع و اعلیٰ ہے کہ ہمارے فہم و ادراک میں بھی نہیں آسکی۔

دوری کا یہ عالم کہ ورائے حد ادراک
قربت کی یہ حالت کہ قریب رگِ جاں آپؐ

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم محمد ارشد شاہ (منڈی بہاؤالدین) کی بھابھی، محترم محمد شبیر قادری (جلو موڑ۔ لاہور) کے نانا جان، محترم W منج (مریدکے) کے والد، محترم ماسٹر طارق محمود (مریدکے) کی چچی جان، محترم عبدا Ø مغل (مریدکے) کے بہنوئی، محترم ˝ احمد (مریدکے) کی والدہ محترمہ اور محترم آصف خان ایڈووکیٹ (حسن ابدال) کے تایا محترم حاجی محمد اسلم سیفی قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر Õ اور اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

تحریکی زندگی میں نظم و ضبط

حسن محی الدین قادری

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی سولھویں سورت کا نام اَلنَّحل رکھا ہے۔ اَلنَّحل عربی زبان میں شہد کی أ کو کہتے ہیں۔ اگر ہم شہد کی أ کی زندگی اور اس کی مسلسل جد و جہد کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ رب العزت نے اِس مخلوق کو اپنی قدرت کے عجائب اور اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمالات و اوصاف پر دال بنایاہے۔ گویا شہد کی أ کی زندگی کی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے منکرین اور معتر ¤ کو جواب دیا ہے کہ پہلے اِس أ Ü کوئی مثال تو سامنے لاؤ، پھر میرے مد مقابل آنا اور میری قدرت کا مقابلہ کرنا۔

اللہ رب العزت کا شہد کی أ کی اتنی اَہمیت بیان کرنے اور اس کے عنوان سے قرآن حکیم میں ایک پوری سورت کو مزین کرنے کے پس پردہ حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس مخلوق کو ایک ایسا منہج ودیعت کیا ہے جو انسانی زندگی کے بہت قریب ہے۔ جس طرح انسان پورے عالم میں اللہ کی Ð ترین مخلوق نظر آتا ہے اُسی طرح عالم حیوانات میں شہد کی أ اللہ کی Ð ترین مخلوق نظر آتی ہے۔ انسان کے بعد شہد کی أ وہ واحد مخلوق ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنی وحی کا شرف عطا کرتے ہوئے خود مخاطب فرمایا ہے۔ اِرشاد فرمایا:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ. (النحل:٦٨)

’’اور آپ کے رب نے شہد کی أ کے دل میں (خیال) ڈال دیا۔‘‘

وحی سے مراد الہام بھی لیا جاتا ہے یعنی اللہ رب العزت نے شہد کی أ کو اُس کا نظامِ حیات القاء کیا۔ اس سے مراد وہ programmed system اور اُلوہی و اِلہامی نظام ہے جو اللہ رب العزت نے شہد کی أ کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔

شہد کی أ کے نظامِ حیات کا ایک نہج سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِسے اِنسان کی تربیت کے لئے منہج بنایا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے جو نظام اس شہد کی أ کو دیا وہ آج بھی اس پر عمل پیرا ہے لیکن دیکھنا ہے کہ انسان جسے خدا نے اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا؛ کیا وہ بھی اپنے وعدے پر کاربند ہے؟

انسان اپنے نظام اور منہج کو بھول گیا، اسے اپنے خالق کی عطا کردہ ہدایت یاد نہ رہی، اُس نے اپنے طریق اور سلوک و نسبت کو فراموش کردیا وہ اپنے منہاجِ حیات سے دور ہوتا گیا۔ مگر شہد کی أ جو عمل پہلے کر رہی تھی آج بھی وہی کر رہی ہے۔ اُس وقت بھی وہ اپنے پیٹ سے انسانیت کی شفاء اور بقاء کے لیے شہد دیتی تھی۔۔۔ آج بھی دے رہی ہے، مگر انسان L ہدایت کا پیکر اور L سرکشی کا مظہر بنتا ہے۔۔۔ L فساد انگیزی کرتا

ہے اور L امن کے لئے سرگرداں ہو جاتا ہے۔۔۔ L لوگوں کو جوڑتا ہے تو L توڑتا ہے۔۔۔ L ملاتا ہے تو L بکھیرتا ہے۔۔۔ L بلاتا ہے تو L بھگاتا ہے۔۔۔ L نظام دیتا ہے تو L نظام تباہ کرتا ہے۔۔۔ L قائم کرتا ہے تو L منہدم کرتا ہے۔۔۔ L ارتقاء دیتا ہے تو L سکوت دیتا ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ مجموعی طور پر حضرت انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے کئے ہوئے اپنے عہد کا منحرف ہی رہا اور اپنے وعدے کا L پاس نہیں کیا لیکن شہد کی ا کو جس کام کے لئے رب العزت نے چن لیا، وہ اطاعت کی پیکر اسی پر کاربند ہے۔

شہد کی ا کا منہجِ حیات

شہد کی ا کے منہجِ حیات کی تفصیل سورۃ النحل کی آیات نمبر ۶۸ اور ۶۹ میں یوں وارِد ہوئی ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ o ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ط یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ o

”اور آپ کے رب نے شہد کی ا کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) آ لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیںo پس تو ہر قسم کے [ں سے رس چوسا کر، پھر اپنے رب کے (سمجھائے ہوئے) راستوں پر (جو اُن [ں اور پھولوں تک جاتے ہیں جن سے تو نے رس چوسنا ہے، دوسری مکھیوں کے لیے بھی) آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، ان کے شکموں سے ایک پینے کی چیز C ہے (وہ شہد ہے) جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانی ہےo“

اِن آیاتِ مبارکہ سے شہد کی ا کی وُسعتِ عمل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آیئے اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کے طرزِ حیات پر غور وفکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ نہ کچھ تو ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہوں گی جس بناء پر اس کا تذکرہ قرآن پاک میں بطور خاص فرمایا۔ بے شک ہمارے لئے اس میں اپنے طرز حیات کو 4 بنانے کے لئے غور وفکر کا سامان بھی موجود ہوگا۔

۱۔ فکری 7 نیت اور اطاعت

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق شہد کی ا کے چھتے میں ایک وقت میں چار سے آٹھ ہزار کارکن رہتے ہیں۔ ان تمام کارکنان کی سوچ بھی ایک ہوتی ہے، دوسری ہو ہی نہیں $۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا حسن دیا کہ سوچ میں بھی وحدت رکھ دی۔ کارکنوں میں اتباع اور اطاعت کا ایک جذبہ رکھ دیا۔ وہ سب کی سب اپنی ملکہ کی اِطاعت و اِتباع میں اس کی رعایا بن کر رہتی ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی ا کو ایک programmed نظام ودیعت کیا ہے، جس سے سرمُو اِنحراف ممکن نہیں۔ ا جونہی پیدا ہوتی ہے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوجاتی ہے۔ اسے آغاز سے ہی جو تعلیمِ اِتباع دی جاتی ہے وہ اس پر مرتے دم تک قائم رہتی ہے۔

۲۔ منزلِ یقین

اِنسان اور شہد کی ا میں چند اُمور مختلف ہیں۔ اِنسان کا بچہ پیدائش کے بعد دو، تین، چار سال کا وقت لیتا ہے۔ تب وہ بولنا سیکھتا ہے، شعور حاصل کرتا ہے، سونگھتا ہے، چکھتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے، محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ مشاہدے کے ذریعے علم الیقین اور عین الیقین کے مراحل سے گزرتا ہوا حق الیقین تک آتا ہے۔ جب کہ ا پیدا ہوتے ہی حق الیقین کے مقام پر فائز ہوتی ہے۔ وہ جنم L ہی اپنی منزل کی جانب روانہ ہوجاتی ہے اور وہاں سے پاکیزہ [ں اور پھولوں سے رس

چوس کرلاتی ہے اور اسے شہد میں ڈھال دیتی ہے۔

۳۔فرض شناسی

شہد کی ہر Í کا ایک نظام اور ڈیوٹی ہے۔ اُس کی یہ مجال نہیں کہ وہ اپنی ڈیوٹی سے ادھر ادھر ہوجائے۔ جو اس کا مقصد حیات ہے وہ ساری زندگی وہی کرے گی۔ اس کارخانے میں کسی کی مجال نہیں کہ وہاں نزاع یا د# ہو، ظلم و ستم یا خون خرابہ ہو۔ وہاں ایک ایسا ماحول ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ محبت و اُلفت سے رہتی ہیں۔ جو وn جس کو دے دیا جائے وہ اس پر گام زَن رہتی ہیں اور اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتیں۔ جب تک ³ حاصل نہ ہوجائے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ‹ں۔ یعنی ان کی جدو جہد L نہیں رُکتی۔

۴۔محبت و وحدت اور اِجتماعیت

شہد کی مکھیاں ایک گروہ کی صورت میں Ü ہوکر رہتی ہیں۔ آپ ان میں کوئی × ا دیکھیں گے نہ فساد۔۔۔ ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ اعتراض۔۔۔ نہ کسی کے کام میں دخل اندازی کرتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب ہر کوئی اپنا کام کرنے لگ جائے تو پھر شہد پیدا ہوتا ہے۔

شہد کی Í کے کارخانے میں ہر ایک کارکن کی الگ الگ ذمہ داری اور کام ہوتا ہے۔ کچھ کارکن سفر کرتے ہیں، ثمرات کا جوس چوس کرلاتے ہیں اور آ کر اپنے چھتے میں منتقل کردیتے ہیں۔۔۔ کچھ ملکہ کی اولاد کو پالتی ہیں۔۔۔ اور کچھ مل کر خوراک مہیا کرتی ہیں۔۔۔ کچھ مکھیاں شہد اور گھر کی حفاظت پر مامور ہوتی ہیں۔ اس طرح ہر کارکن کے لئے ایک وn اور کام ہے۔۔۔ ایک Í ایسی بھی ہوتی ہے جو امور داخلہ و خارجہ کی نگرانی کرتی ہے کہ X مکھیاں گئیں اور X واپس آئی ہیں۔۔۔ مکھیاں اپنی ملکہ (قائد، امیر و رہنما) - جو ان کی انچارج ہے - کی اِجازت کے % اِدھر سے اُدھر نہیں ہوسکتیں۔۔۔ ان میں اتحاد کا یہ عالم ہے کہ جو کارکن یعنی Í اپنے چھتے یعنی گھر اور مرکز سے جدا ہوجائے تو اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ جو Í مرکز سے جدا ہوجائے اسے بقاء نہیں۔ وہ یا تو کسی دوسرے چھتے میں جائے گی، وہاں ٹھہرنے کی اِجازت مانگے گی اور اگر اجازت مل گئی تو وہاں ٹھہر جائے گی مگر جس Í نے چھتے سے بغاوت کی ہوگی اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ شہد کی Í اپنے اجتماع میں رہتی ہے تو حیات میں رہتی ہے، مرکز سے جدا ہوجائے تو اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔

ایک کارکن کے لئے اس سے 4 مرکز سے وا Õ کی مثال اور کیا ہوگی$ ہے گویا مرکز سے علیحدگی تحریکی موت کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں اس مخلوق کی اس خوبی میں بھی ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہر کوئی اپنا کام کرنے لگ جائے اور لڑائی × ا نہ کرے تو پھر شہد پیدا ہوتا ہے، مراد مقصد اور منزل نصیب ہوجاتی ہے۔

۵۔طہارت و پاکیزگی

قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق شہد کی Í تین « ل پر اپنے چھتے بناتی ہے:

۱۔پہاڑ ۲۔صحر ۳۔درخت

اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں طہارت و لطافت رکھ دی ہے۔ وہ پاک جگہ پر اپنا مرکز بناتی ہے۔ کسی گندگی میں ß ہے نہ Î I کرتی ہے۔ جو انسانیت کے لئے شفاء تیار کر رہی ہو، کیسے ممکن ہے کہ وہ گندگی کے ساتھ اپنا m رکھے۔

معلوم ہوا اس Í سے شہد کی صورت میں فائدہ اور منفعت اِس لیے حاصل ہوتی ہے کہ وہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ یعنی وہ خود بھی طاہر ہے اور جو طہارت اس سے Ç ہے وہ لوگوں کے لیے باعثِ شفاء ہے۔

۶۔شفاء و منفعت

شہد کی Í میں ایک خوبی یہ ہے کہ اگر وہ Fر ہوجائے تو خود تو Fری کی تکلیف اٹھاتی ہے مگر اس کا شہد کسی کو Fر نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو ختم کردیتی ہے مگر کسی کو ضرر نہیں

à تی۔ گویا وہ زبان حال سے 9 ہے کہ جب قدرت نے الہام کے ذریعے میرے اندر شفاء ہی رکھی ہے تو میری زندگی کا مقصد فقط شفا ہے، مجھے ضرر سے کیا غرض؟ میں ضلالت اور گمراہی سے پاک شفا کا حامل شہد مہیا کرنے پر فائز ہوں۔

شہد کی اَ کی یہ خوبی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ مصطفوی مشن کا اَدنیٰ سے اَدنیٰ کارکن حق پر قائم رہتے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے کی دعوت دینے والا ہو۔

۷۔ دیانت و وفاداری

شہد کی اَ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مشن اور مرکز کے ساتھ انتہائی وفادار ہوتی ہے۔ وہ سینکڑوں q ں کا سفر ہی کیوں نہ کرلے، وہ جو شہد بناتی ہے خود نہیں کھاتی۔ اس کی وفاداری کا عالم یہ ہے کہ خود بھوک سے مرجائے گی مگر جس ذمہ داری پر اسے مامور کیا گیا ہے اسے بہرطور پورا کرے گی۔

اللہ رب العزت نے شہد کی اَ کو یہ حکم دے رکھا ہے کہ:

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُـلا. (النحل:۶۹)

’’پھر اپنے رب کے (سمجھائے ہوئے) راستوں پر (جو اُن] ں اور پھولوں تک جاتے ہیں جن سے تو نے رس چوسنا ہے، دوسری مکھیوں کے لیے بھی) آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر۔‘‘

یعنی جو راستے خدا نے بنائے ہیں ان کی سالک ہوجاؤ ان راستوں پر چلتی چلی جاؤ جو خدا نے v رے لیے مسخر کیے ہیں۔ اُس منہجِ حیات پر چلو جو « عطا کیا گیا ہے۔

پس جو کوئی حکم اِلٰہی کی اتباع میں اللہ اور اُس کے رسول A کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے اُسے کامیابی کی نوید سنائی جاتی ہے۔ جس طرح کہ حضور نبی اکرم A نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِي فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ.

’’جو آدمی طلبِ علم میں کسی راستہ پر چلتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔‘‘

یعنی طالبِ خیر اور طالبِ معرفت کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

۸۔ بے مثال محنت و مشقت

اللہ تعالیٰ نے شہد کی اَ میں محنت و مشقت کی صفت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ آپ عالم حیوانات میں دیکھیں تو آپ کو زیادہ تر جانور : و کاہلی کا نشان نظر آئیں گے مگر یہ ایسی مخلوق ہے جس میں جد و جہد کا اتنا ملکہ رکھا گیا ہے کہ انسان میں بھی اس کی مثال کم ملتی ہے۔ ایک اَ پچاس ملی } شہد بنانے کے لیے سینکڑوں میل سفر کرتی ہے اور ایک کلو شہد بنانے کے لیے چار ہزار کلو¢ر کا سفر طے کرتی ہے۔

اتنی محنت کے بعد اللہ نے اسے وہ مقام عطا کیا کہ شہد کی شکل میں وہ ایسا مشروب عطا کرتی ہے جس میں اللہ نے شفاء رکھ دی ہے۔

منزل کا حصول کیسے ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل کی آیات نمبر ۶۸ اور ۶۹ میں اَمر کے تین صیغے بیان فرمائے ہیں:

۱. اِتَّخِذِيْ. ۲. كُلِيْ. ۳. فَاسْلُكِيْ

اِن تین اَحکامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حصولِ مقصد کی راہ اور کامیابی کا طریقہ سمجھا دیا ہے کہ کسی بھی شے اور کسی بھی مقصد کو حاصل کرنا ہو تو اپنے اندر درج ذیل صفات پیدا کرو۔

ا۔ اِتَّخِذِيْ: حاصل کرنے والی خوبی پیدا کرو۔ کچھ لوگے تو کچھ دو گے۔ جو لینا بند کردے گا وہ دینا بند کردے گا۔ طالبِ مراد ہوگے تو مراد ملے گی۔ پہلے مرید بنو گے تو پھر مراد بنو گے۔ سالک ہوگے تو سلوک بنو

گے، پہلے راضی ہوگے تو پھر رضا بنو گے۔ پہلے دینے والے بنو گے تو پھر صاحب منفعت بنو گے۔

شہد کی Í کو اِتَّخِذِیْ کے ذریعے ایک طریقہ کار دے دیا کہ یہ راستے بنا دیئے ہیں، ان پر اطاعت کے ساتھ چلتی چلی جاؤ تو پھر خیر ہی خیر ملتی چلی جائے گی۔

۲. کُــلِـــیْ: اس میں اللہ رب العزت نے اِستفادے کا ضابطہ بیان فرما دیا کہ پاک اور حلال شے کھاؤ گے تو حلا ل 3 پیدا ہوگا۔ گویا رزقِ حلال، طہارت و پاکیزگی، تقویٰ و اخلاص اور نیت کی صداقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر نیت صاف ہوگی تو 3 بھی صحیح نکلے گا۔۔۔ اگر صداقت کے ساتھ سفر کرو گے تو منزل تک V جاؤ گے۔۔۔ اگر للّٰہیت کے ساتھ خدمت کروگے تو خدا مل جائے گا۔ ۔۔اگر توجہ اِلی الرسول A کرو گے تو رسول اللہ A مل جائیں گے۔۔۔ اگر خدا کی عبادت خدا کے لئے کرو گے تو خدا مل جائے گا۔۔۔ اگر دنیا کے لئے کرو گے تو دنیا مل جائے گی۔۔۔ اگر پاک « ں پر جاؤ گے تو پاکی ملے گی۔۔۔ اہل اللہ کی بارگاہ میں جاؤ گے تو اہل اللہ کا فیض ملے گا۔۔۔ اگر مقربانِ اِلٰہی کی بارگاہ میں جاؤ گے تو خدا کے مقرب ہو جاؤ گے۔۔۔ اگر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری Ü Ä کو اپناؤ گے تو پھر علم کے گہوارے ہو جاؤ گے اور علم کے نور سے ظلمتیں، اجالوں میں بدل جائیں گی اور یوں وہ کارکن بن جاؤ گے جس 6 اور کوئی کارکن نہیں ہوY ۔

شہد کی تقریباً پچیس 9 ہوتی ہیں۔ اسے [ں اور پھولوں کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے چنانچہ جس پھل پر Í زیادہ ß ہے اس کے شہد کو بھی اُسی پھل کے ساتھ نسبت ملتی ہے۔ اگر گلاب کی خوشبو آجائے تو اسے flower honey کہتے ہیں، اگر آڑو کی خوشبو آئے تو اسے peach honey کہتے ہیں، سیب کی خوشبو آجائے تو apple honey کہتے ہیں۔ شہد میں جس چیز کی خوشبو آجائے اسے وہ نسبت مل جاتی ہے۔

اِسی طرح انسان اگر عرفاء کی مجلس میں بیٹھے گا تو عارف ہو جائے گا۔۔۔ اگر علمائے حق کی Ä میں بیٹھے گا تو عالم ہو جائے گا۔۔۔ اہل صدق کی مجلس کو اختیار کرنے سے صادق ہو جائے گا۔۔۔ اہل تقویٰ کی Ä اسے S بنا دے گی۔۔۔ اہل اخلاق کے ساتھ 1 گے تو خلق آجائے گا۔۔۔ اہل دنیا کے ساتھ 1 گے تو من میں دنیا سما جائے گی۔۔۔ اہل معرفت کے ساتھ 1 گے تو معرفت آجائے گی۔۔۔

۳۔فَاسْلُکِیْ: اِس صیغہ اَمر سے ہمیں سلوک کے لئے P فارم مل رہا ہے۔ سالک کے لئے سلوک اور ایک پیکر کامل کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے سلوک کے مرحلوں سے گزار کر منزل تک à دے۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے شہد کی Í کے لئے راستے مسخر کر دیے کہ وہ ان راستوں پر چلے گی تو منزل تک V جائے گی۔

کارکنو! ہمارے لئے بھی ایک راستہ ہے اور وہ ''منہاج القرآن'' ہے۔ ہمارا سفر مصطفوی انقلاب کے لیے ہے۔ اسی سے احیائے اسلام کی راہ ہموار ہوگی۔ یہ سفر حضور A کی امت کی خدمت کا سفر ہے۔ یہ سفر قرآن اور صاحبِ قرآن کی فکر کو گلی گلی اور نگر نگر à نے کا سفر ہے۔ اس منزل کے راستے قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلام نے عطا کر دیے ہیں۔ یہی منہاج ہے، اس پر چلتے جائیں گے تو منزل ضرور حاصل ہوگی۔

ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ مصطفوی اِنقلاب کا ایک وقت مقرر ہے، لیکن اس کے لیے جہد مسلسل اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ اِن شاء اللہ وہ وقت ضرور آئے گا اور جلد آئے گا جب مصطفوی انقلاب کا پرچم لہرائے گا اور اُمت کو اسلامی تعلیمات کے ہر طبقۂ زندگی اور ہر شعبہ حیات پر اثرات کی صورت میں شہد ملے گا۔ جس طرح شہد کی Í سے شہد کا حصول اس کے سفر سے مشروط ہے اسی طرح ہماری منزل کا حصول بھی ہمارے سفر، محنت اور مجاہدہ و ریاضت سے مشروط ہے۔ یہ اب ہم

پر ہے کہ ہم کتنا شہد بنا M ہیں، اپنی منزل کو اپنے کتنا قریب کر M ہیں۔ عطا کرنے والے کے ہاں تو کوئی کمی نہیں یہ تو ہماری قوتوں اور کوششوں پر منحصر ہے کہ ہم جتنا سفر کرلیں گے اتنا شہد بن جائے گا۔

زادِ راہِ انقلاب

تحریک منہاج القرآن وہ P فارم ہے جس سے راستہ دکھلایا جاتا ہے۔ ان راستوں کے لیے زادِ راہ للّٰہیت، اخلاص، تقویٰ، طہارت و عبادت اور نسبت ہے کیوں کہ یہ راہ، راہِ عشق ہے۔ نسبت مضبوط ہوگی تو سفر جلدی طے ہوگا۔

یاد رO کہ خدمت وہی مقبول ہے جو کسی منہاج سے ہو رہی ہو۔ جو کسی سیدھے اور صحیح راستے پر چلتے ہیں وہی کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔ ورنہ تو لاکھوں کروڑوں ہیں جو % راستے کے چل رہے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کے رفقاء و کارکنان خوش قسمت ہیں کہ راستے بھی مل گئے، مراد بھی مل گئی اور پھر شفاء کا باعث بھی بن رہے ہیں۔ اس لئے کہ منہاج القرآن میں توحید کی تعلیم بھی مل رہی ہے اور نسبت رِسالت کی پختگی کا درس بھی ملتا ہے، یہاں o ے اور تصوف کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ الغرض یہاں تقویٰ و طہارت، علمیّت و فکریّت، اِستدلال و اِ^ ط، سب کچھ مل رہا ہے۔ الغرض ہر شے کا الگ الگ رنگ اور شہد موجود ہے جسے کارکنان نے آگے تقسیم کرنا ہے۔

شہد کی أ کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اِس کا نظام دنیا کے نظام سے مختلف ہے۔ آپ جو کھاتے ہیں وہی خارج ہوتا ہے۔ اگر کسی نے کوئی چیز کھائی، اس کے پیٹ سے وہی نکلے گا لیکن شہد کی أ نے جو رس چوسا اور جو کچھ بھی کھایا اسے شہد میں تبدیل کر کے دوسروں کے لیے نفع بخش بنا دیا۔ وہ تکلیف اپنے اوپر جھیلتی ہے اور لوگوں کے لیے شہد ہی دیتی ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ تکلیف آئے تو برداشت کرلیں کیونکہ بارگاہِ الٰہی سے اِس کا اجر ملے گا۔ راہِ حق میں پیش آنے والی تکالیف اور مصائب کو ہمت و حوصلے سے برداشت کریں اور صبر کریں۔ اس کا اتنا اجر ملے گا کہ ہم سوچ بھی نہیں M۔ ہم تو اشرف الJ قات ہیں، انسان ہیں۔ جب کہ شہد کی أ کو دیکھیں، اس قدر ناتواں اور کمزور مخلوق ہوکر بھی اپنے مشن کی خاطر اتنا سفر کرتی ہے، L تند و تیز ہوائیں آتی ہوں گی، طوفان آتے ہوں گے، L اس کے چھتوں پر ç ہوتے ہوں گے، L لوگ اسے مارتے ہوں گے؛ لیکن وہ تمام مسافتوں اور مراحل و مصائب سے گزر کر منزل پر V ہی جاتی ہے۔

ہماری منزل بھی وہ انقلاب ہے جس کا راستہ حضرت شیخ الاسلام نے دکھایا ہے، انہوں نے اس کی منزل بھی دیکھ لی ہے اور اس کا مقصد اور مراد بھی دیکھ لیا ہے۔ اب ہمارا یہ فرض ہے کہ مخا...ں، مزا8 ں، رکاوٹوں، مصائب و آلام اور طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر حصول منزل تک سرگرم عمل رہیں۔

جزا و سزا کا اُلوہی ضابطہ

شہد کی أ کی جہد مسلسل کے مطالعہ سے ہمیں ایک اور سبق بھی ملتا ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں، ہمیں اپنی محنت اور تگ و دو جاری رD چاہیے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے اور اُس کا شکر بجا لاتے رہنا چاہیے کیونکہ شکرِ اِلٰہی ہی درحقیقت نعمتوں میں اِضافہ کا سبب بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اِنکار درحقیقت اُس کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ. (ابراهیم:۷)

’’اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب یقیناً سخت ہےo‘‘

اِسی طرح سورۃ النحل میں ہی آگے چل کر اللہ

تبارک وتعالیٰ نے ایک آیت میں مثال بیان فرمائی ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ.

’’اور اللہ نے ایک ایسی Â کی مثال بیان فرمائی ہے جو (بڑے) اَمن اور اِطمینان سے (آباد) تھی اس کا رزق اس کے (مکینوں کے) پاس ہر طرف سے بڑی وسعت و فراغت کے ساتھ آتا تھا پھر اس Â (والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے عذاب کا لباس پہنا دیا ان اعمال کے سبب سے جو وہ کرتے تھےo‘‘ (النحل:۱۱۲)

نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور تحدیث Ú کرنا وہ مقام عطا کرتا ہے جو دوسروں کے لیے نفع رسانی کا باعث بنتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرکے اُس کی نافرمانی کی جائے تو اللہ تعالیٰ بھوک اور خوف مسلط کردیتا ہے اور وہ قوم طرح طرح کے آلام و مصائب کا شکار ہوکر گرداب میں پھنستی چلی جاتی ہے۔

ایک قول کے مطابق اِس آیت مبارکہ میں بیان کی گئی Â سے مراد کفار مکہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں مرکزی مقام عطا کیا تھا اور مکہ مکرمہ کو جائے امن بنایا تھا۔ حضور نبی اکرم A کی تشریف آوری سے قبل اِس شہرِ مکہ میں ہر طرح کی نعمتیں عطا کی گئیں اور اسے ایک مرکزی مقام حاصل ہوگیا تھا اور یہ سب سے زیادہ پُراَمن شہر تھا۔ حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مکہ پُراَمن اور پُرسکون شہر تھا، اس کے اردگرد کے لوگوں کو ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا لیکن اُس پُرفتن دور میں بھی اگر کوئی مکہ مکرمہ میں داخل ہوجاتا تو اُسے اَمن x آجاتا اور وہ ہر طرح کے خوف سے بے نیاز ہوجاتا۔

لیکن جب اُن اہل مکہ نے ان نعمتوں کا اِنکار کیا اور سب سے بڑی Ú جو تاجدارِ کائنات A کی صورت میں انہیں عطا ہوئی، اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دو عذاب مسلط کیے:

۱۔ بھوک اور پیاس ۲۔ دشمن کا خوف

یعنی جو U مکہ کا اِqزی وصف تھے اُنہی دو Uؤں میں اہل مکہ بدترین ä کا شکار ہوگئے۔ اُن کے پاس ہر طرف سے رزق اور پھل }ت آتے تھے لیکن حضور نبی اکرم A کی نافرمانی کے باعث انہیں تنگ دست کر دیا گیا یہاں تک کہ اہل مکہ اونٹ کے خون آلود بال کھانے پر مجبور ہوگئے۔ مزید برآں اَمن بھی رُخصت ہوگیا اور خوف کے سیاہ بادل ہر وقت اَہل مکہ پر منڈلانے لگے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ہمہ وقت اُن پر مسلمانوں کا رُعب و دبدبہ اور سطوت و ہیبت طاری رہتی اور حملوں کا دھڑکا لگا رہتا۔ گویا حضرت ابراہیم 7 کی دعائے خاص کے نتیجے میں اس شہر کو ہر طرح کی نعمتوں کی فراوانی عطا کر دی گئی لیکن جب سب سے بڑی Ú کا انکار کیا گیا تو اس شہر والوں سے تمام نعمتیں چھین کر انہیں محروم کر دیا گیا۔

پس جب تک قوموں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی معرفت رہتی ہے، اُس وقت تک انہیں اُلوہی نعمتیں بھی ملتی رہتی ہیں لیکن جب قومیں نعمتوں کا اِنکار کرتی ہیں تو ذلت و رُسوائی اُن کا مقدر کر دی جاتی ہے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے آج کے حالات پر بھی اِس آیت کا اِطلاق ہوتا ہے۔ آج اُمت مسلمہ معاشی ناہمواری اور سیاسی زبوں حالی کا شکار ہے تو صرف اور صرف کفرانِ Ú کی وجہ سے۔ اُمتِ مسلمہ دنیا کے ستر , وسائل کی مالک ہونے کے باوجود اَغیار کی دست نگر ہے اور اپنی بقا کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا رہی ہے کیونکہ اُمت نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا چھوڑ دی ہے۔ آج ملک خداداد پاکستان میں ہر طرف افراتفری اور بداَمنی ہے۔۔۔ معاشی بدحالی اور

سیاسی اِنتشار کی فراوانی ہے۔۔۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔۔۔ چار مختلف موسموں کا حامل زرعی ملک ہونے کے باوُجود غذائی اَجناس کی] ہے۔۔۔ دنیا کا 4 ین نہری نظام ہونے کے باوجود ملک میں پانی اور بجلی نہیں ہے۔۔۔ قدرتی معدنیات سے مالا مال ہونے کے باوجود معاشی خوش حالی نہیں ہے اور لوگ محروم المعیشت ہیں۔

اِن تمام مسائل اور مصائب کی وجہ صرف اور صرف کفرانِ Ú ہے۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اِنکار کرتے ہیں اور اس کا شکر بجا نہیں لاتے جب کہ اُس کی نعمتیں صرف اُنہی کو ملتی ہیں جو اُس کا شکر بجا لاتے ہیں۔ اُس نے ہمیں دین کی Ú عطا کی تو ہم نے دین کو چھوڑ دیا۔۔۔ اُس نے ہمیں اِسلام کی Ú عطا کی تو ہم نے اِسلام کو پس پشت ڈال دیا۔۔۔ اُس نے ہمیں قرآن کی Ú عطا کی تو ہم نے قرآن کو غلاف میں بند کر کے طاق میں سجا دیا۔۔۔ اُس نے ہمیں دیگر بے شمار نعمتیں عطا کیں لیکن ہم نے داخلی اِفتراق و اِنتشار کے باعث ان نعمتوں کو ضائع کر دیا۔۔۔ یعنی تمام نعمتوں کی فراوانی ہونے کے باوجود ہم قعرِ ذلت میں دU چلے جا رہے ہیں اور آج ہر طرف سے ہم پر تابڑ توڑ ç ہو رہے ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا سیکھنا ہوگی اور اُنہیں 4 طریقے سے اِ E ل میں لانا ہوگا۔ ان نعمتوں کو ضائع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ضائع کر دیتا ہے۔ اُس نے ہمیں ''منہاج القرآن'' Ü Ú عطا کی ہے؛ اُس نے ہمیں قائدِ تحریک شیخ الاسلام Ü Ú عطا کی ہے کہ جن 6 قائد کسی اور کے پاس نہیں۔ لہٰذا آج اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر ان نعمتوں کے ساتھ صحیح معنوں میں جڑنا ہوگا اور اپنا جینا مرنا صرف اور صرف اللہ اور اُس کے رسول A کی رضا کی خاطر کرتے ہوئے اپنا اوڑھنا بچھونا مصطفیٰ A کے دین کی خدمت کو بنانا ہوگا۔ پس یہی زندگی ہے، اِس زندگی کی قدر کریں۔

x مزاجی سے محنت کرتے چلے جائیں، اللہ اور اس کے رسول A کے علاوہ کسی سے کوئی اجر و جزاء کی امید نہ رO کیونکہ جن کے لیے خدمت سرانجام دے رہے ہیں، ان کی نگاہوں سے تو کچھ مخفی نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہم محنت کر کر کے مرگئے، کھپ گئے لیکن ہمیں appreciation اور پذیرائی نہیں ملی، کچھ نہیں ملا! اگر یہ o ہ رہا کہ جو کر رہے ہیں اس کی پذیرائی یہیں ہونی چاہیے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، ا% اگر یہ o ہ اپنا لیا کہ کاش یہ ٹوٹی پھوٹی کوشش اُس بارگاہ میں قبول ہوجائے تو اس سے سب کچھ مل جاتا ہے۔

ہماری منزل اور ہمارا منہاج ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے مشن مصطفوی کا پیغام پوری دنیا میں à نا ہے۔ x مزاجی سے تکالیف پر صبر کرتے ہوئے مشن کی خدمت کا کام جاری رO گے تو جو فیض اُس بارگاہ سے ملے گا دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر$، کوئی قوت اور طاقت ہمیں اپنی منزل سے دور نہیں کر$۔ جب ہم اللہ کے لیے ہوگئے تو ہمارے معاملات بھی وہ خود ہی طے کرتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے مصداق اتقوا بفراسة المومن إِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ مومن نورِ الٰہی کے پرتو سے دیکھتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قائد بھی ہمارے تمام احوال و اعمال سے باخبر ہیں اس لئے کہ کوئی شے اللہ کے نور کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن$۔ پس جان 3 کہ منزل ہمارے سامنے ہے، ہم نے محنت کر کے اپنے اپنے حصے کا شہد لانا ہے۔ اگر ہم شہد کی í کے طرزِ حیات پر اور اس کی خصوصیات پر غور و فکر کریں گے تو ہمارے تمام × ے اور فساد ختم ہوئیں گے، پھر کوئی نزاع نہیں رہتا اس لئے کہ مقصد اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول A کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس منہاج پر اسی طرح مطیع ہو کر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی اور اپنے پیارے محبوب A کی محبت و وفا کا پیکر بنائے۔

ترکی میں خاموش انقلاب اور اس کے محرکات

حصہ اول

ڈاکٹر علی اکبر قادری

خوابوں کا شہر

میں گزشتہ سال کی طرح ''استنبول فاؤنڈیشن فار سا b اینڈ کلچر'' کی دعوت پر 20 جون کو لاہور سے استنبول براستہ کراچی روانہ ہوا تھا۔ کراچی سے مسلسل 5 گھنٹے کی فلائٹ کے بعد جب 21 جون کی صبح استنبول اتا ترک ایئر پورٹ پر à تو یہاں اسی وقت اسلام آباد سے بھی بعض عزیزان وطن ''آستانہ خلافت'' کی خنک ہواؤں میں اترے تھے۔ استنبول ایئر پورٹ پر طیارے اترتے نہیں برستے ہیں۔ ہم ترکش ایئر لائن سے یہاں ã تھے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے درجنوں طیارے لینڈ کر چکے تھے۔ اسی طرح میں نے دس منٹ میں مسلسل 8 طیارے رن وے سے ہوا میں بلند ہوتے دیکھے۔ اس آمد و رفت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دنیا بھر سے لوگ کس قدر کثرت اور رغبت سے آتے ہیں۔

استنبول ہمارے خوابوں میں ہی رچا بسا نہیں رہتا É اس کی تاریخی، ثقافتی، دینی اور جغرافیائی حیثیت دنیا کے ہر ذی شعور شخص کے لئے باعث æ ہے۔ یہ شہر دلآویز 1100 سال تک بازنطینی اور رومی سلطنت کا مضبوط ترین مرکز رہا پھر اسے بشارت نبویؐ کے بعد مسلمان فا • کی توجہات حاصل رہیں مگر غیر معمولی حصار اور تینوں طرف سمندر ہونے کی وجہ سے یہ تقریباً 800 سال تک مسلسل کاوشوں کے باوجود اسلامی سلطنت کا حصہ نہیں بن سکا۔

حالانکہ ترکی میں اسلام کا نور ہدایت تو خود صحابہ کرامؓ لے کر وارد ہوئے تھے جس کی بڑی علامت میزبان رسول A حضرت سیدنا ابو ایوب انصاریؓ اور ان کے سا 1 ں کے مزارات ہیں۔ اہل استنبول اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ انہیں حضور تاجدا رکائنات A کے اس میزبان کی میزبانی کا دائمی شرف حاصل ہے، جن کا انتخاب کسی اور نے نہیں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا جب رسول خدا A کی اونٹنی آ کر آپ کے گھر کے سامنے Ö گئی تھی۔

بالآخر اس عالمی شہرت یافتہ عیسائی دارالحکومت کو 24 سالہ سلطان محمد نے 1453ء میں فتح کیا اور اہل عالم کو اپنے نام کے ساتھ ''فاتح'' کا لفظ بولنے پر مجبور کر دیا۔ موجودہ ترک مسلمان اپنے بچوں کے نام کثرت کے ساتھ ''محمد فاتح'' رکھتے ہیں۔ ترکی مسلمان جس طرح صحابی رسول A سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کا احترام کرتے ہیں اسی طرح ان کے دلوں میں سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہ کی عزت اور Ñ رچی بسی ہے۔ آج بھی استنبول کا قدیم حصہ جو یورپ میں شامل ہے ''فاتح'' کے نام سے ہی ™ب ہے۔ اسی حصہ میں اسلامی سلطنت کے انمٹ نقوش قدم قدم پر اسلام کی Ñ وشوکت کی داستانیں سنا رہے ہیں۔ سلطان محمد فاتح نے جب اس شہر کو فتح کیا تو اسی روز اس کے سب سے بڑے چرچ ''ایا صوفیہ'' میں نماز ظہر کی امامت کرائی۔ دنیا کے قدیم اور

W ترین عیسائی عبادت خانے میں خود قرآن کی تلاوت کی اور اللہ کی وحدانیت کا اعلان کیا۔ نماز سے فارغ ہوا تو تین اعلان کئے جو تاحال تاریخ کا حصہ ہیں:

ا۔ پہلا اعلان یہ تھا کہ اس شہر کا نام è کی بجائے آج سے اسلام بول ہوگا۔ ترکی زبان میں اسلام بول کے وہی معنی ہیں جو اسلام آباد کے ہیں۔ یعنی اسلام کا مرکز ومقام۔

۲۔ سلطان نے دوسرا اعلان یہ کیا کہ آج سے ¢نی سلطنت کا دارا s فہ ''ادرنہ'' کی جگہ یہی شہر ہوگا۔

۳۔ Š ا اعلان یہ تھا کہ ایاصوفیہ چرچ آج کے بعد ایا صوفیہ مسجد ہوگی۔

اسلام بول بعد میں استانبول بن گیا مگر اس کا معنی وہی ہے۔ یہ شہر خلافت ¢نیہ کا مرکز بنا تو اللہ تعالیٰ نے ¢نیوں کو پورے عالم اسلام پر حکومت کا شرف عطا فرمادیا۔ ¢نی خلفاء اس اعتبار سے پوری تاریخ میں منفرد رہے ہیں کہ انہوں نے پوری امانت، دیانت اور اخلاص و وفاداری کے ساتھ دین اسلام کی خدمت کی۔ حرمین شریفین کے اندرونی حصے آج بھی ترکوں کی کاریگری اور o ت کی گواہی دے رہے ہیں۔ وہ ÷ خضریٰ جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں نقش ہے جسے محبوب کبریا A کی مبارک قبر کا نشان ہونے کی سعادت حاصل ہے یہ بھی ¢نی عہد حکومت کی نشانی ہے۔

¢نیوں کی o ت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حرمین شریفین کی تعمیر کے لئے باقاعدہ طور پر ایک نسل تیار کی Î قرآن مجید حفظ کرایا گیا پھر انہیں اسلامی تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزار کر فن تعمیر سکھایا گیا۔ ان میں سے پھر خصوصی انتخاب کے بعد نہایت s اور پرہیزگار لوگوں کو چنا گیا اور ان کے ہاتھوں میں مسجد حرام اور مسجد نبوی کی تعمیر و تزئین کا مقدس فریضہ سونپا گیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران ادب بارگاہ رسالت کا یہ عالم تھا کہ کسی ß کا سائز اگر کم کرنا مقصود ہوتا تو اسے روضہ رسول A پر کاٹنے کی بجائے دو کلو¢ دور واقع کارخانے میں جاکر کاٹا جاتا اور واپس لاکر دیوار میں چن دیا جاتا۔ حرمین شریفین کی تعمیر کرنے والے باوضو رہتے، روزہ رکھتے اور درود شریف کا ورد کرتے تھے۔

عہدِ ¢نی کے آثار

استنبول میں ان ¢نی خلفاء کی دین دوستی کے نشانات آج بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مسجد سلطان احمد، مسجد سلیمانیہ، مسجد بایزید، مسجد Pادہ، مسجد فاتح، مسجد ابوایوب انصاری، مسجد ایا صوفیہ، ٹاپ کپی õ نیو مسجد اور اس طرح کی ایک سے ایک خوبصورت W وعریض سینکڑوں مساجد ہیں جن کے ایک ایک انچ پر محبت، وقار اور دین دوستی کے نقوش ثبت ہیں۔ ان مساجد کے ساتھ آج بھی h ل، سکول اور لائبریریاں موجود ہیں جو اسلام کے نظام عبادت کے ساتھ نظام تربیت، نظام تعلیم، خدمت خلق اور اسلامی طب کی افادیت کی علامات ہیں۔ یہ مساجد ان گنت ہیں۔ مصطفیٰ کمال کی ا E ر پروری اور اسلام د# کا یہ عالم تھا کہ اس نے ان تاریخی مساجد کو تالے لگادیئے تھے اور ایا صوفیہ کی تاریخی مسجد کو میوزیم میں تبدیل کردیا تھا جو تاحال میوزیم ہی ہے۔ ا%موجودہ حکومت نے ان مساجد کی تزئین اور حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا ہے۔ خاص طور پر ان میں پانچ وقت کی باجماعت نماز کے لئے خوش الحان قاری اور امام رکھے گئے ہیں۔

یہ مساجد آج بھی اچھوتے حسن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان مساجد کے گرد خوبصورت باغات اور کشادہ راستے ان کے ماحول کو چار چاند لگادیتے ہیں۔ مسجد فاتح جہاں سلطان محمد فاتح کا مزار بھی ہے کئی سو سال گزرنے کے بعد اب بھی اس کی چمک آ \ ں کو خیرہ کردیتی ہے۔ ایک ہی ß کے چوڑے اور بلند ستون، سنگ مرمر کی دراز سلیں اور پھر رنگوں کے انتخاب نے اس کے ظاہری حسن میں کمال پیدا کررکھا ہے۔ یوں 4 ہے یہ مسجد گذشتہ ہفتے تعمیر ہوکر نمازیوں کے لئے کھولی گئی ہے۔ صحنِ مسجد کے ایک کونے میں وہ فرزند اسلام ابدی نیند سورہا ہے جس کے بارے میں

رسول خدا محبوب کبریا A نے فرمایا تھا:

''روم کے شہر کو فتح کرنے والا لشکر بھی خوب ہوگا اور اس کا سپہ سالار بھی خوب ہوگا''۔

اس بشارت نبوی A کا مصداق یہ سلطان آج بھی ترکوں کی o ت کا مرکز ہے۔ استنبول اور اس کے گردو نواح میں رہنے والے ترک لوگ عمرے اور حج پر جانے سے قبل سیدنا ابو ایوب اور سلطان فاتح کے مزارات پر حاضری دینا ضروری B ہیں۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ دنیا کے بڑے سیاحتی مرکز استنبول میں آنے والے یورپی سیاح ہر جگہ جاتے ہیں مگر اس مسجد اور قبر کی طرف رخ نہیں کرتے، کیوں؟ اس لئے کہ سلطان محمد ان کے نزدیک وہ شخص ہے جس نے رومی سلطنت کی آخری مضبوط اور مقدس نشانی کو عالم عیسائیت سے چھین کر اسلام کا مرکز بنادیا اور پھر اسی شہر میں Ö کر ¢ نیوں نے چھ صدیوں تک تین برا „ ں پر شاندار حکومت کی اور یورپ کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔

اسی استنبول سے رجب طیب اردگان نے اپنی سیاست کا آغاز کیا جو گذشتہ دس سالوں سے ترکی میں سیاسی استحکام اور معاشی ترقی کی علامت بن گئے ہیں۔ ترکی مسلمان طیب اردگان کو سلطان فاتح کا معنوی بیٹا B ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ استنبول ایک بار پھر دنیا پر حکومت کرنے والے مذہب اسلام کا مرکز ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

ترکی کے ... ت اور دیہات

گذشتہ سال کے برعکس اس مرتبہ میں نے ترکی کی خنک فضاؤں میں 18 روز گزارے ہیں اور اس کے تقریباً 15 شہروں کے تاریخی مقامات، تعلیمی و تر[illegible] اداروں اور مذہبی و دینی مراکز میں جانے کا موقع ملا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ترکی کے بارے میں مغربی ثقافتی « ر کے نتیجے میں ابھرنے والے مجموعی تاثر کا عمیق جائزہ لیا جائے۔ عام طور پر لوگ بوجوہ ترکی کے معروف و مشہور شہر استنبول میں چند روز رہتے ہیں، اس کے تاریخی مقامات کو دیکھتے ہیں اور آنے والے زائرین کی کثیر تعداد کا غالب رنگ ڈھنگ دیکھ کر یہ تاثر قائم کر £ ہیں کہ یہاں ''لاد Q'' کا دور دورہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کے صاف _ ے حسن کا عریاں پن یورپ کو ú چھوڑ چکا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ¢ نی خلفاء کی بنائی ہوئی W و عریض مساجد بھی اب آباد ہونا شروع ہوگئی ہیں۔

کسی بھی ملک کی ثقافتی T ن اس کے ... ت اور دیہات ہوتے ہیں۔ لہذا ترکی کے › اور دیہات خصوصاً مشرقی ترکی کے تمام علاقے ہمارے ہاں کے سرحدی علاقوں کی طرح نہایت صاف _ ے دینی ماحول اور مذہبی T ن کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ میرے میزبان دوستوں کا m G نوری کی تحریک ''طلباء رسائل نور'' سے تھا جو حیران کن طریقے سے سیکولر ترکی کو خاموشی کے ساتھ دینی، روحانی اور مذہبی افراد فراہم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

تبدیلی کا محرک ایک شخص

بدیع الزمان G نوری • یں صدی کے وہ پرعزم صاحب علم و بصیرت شخصیت ہیں M ں نے اسلام مخالف حکومت کے بدترین اقدامات کا تن تنہا مقابلہ کیا اور قلم کو تلوار بنا کر تمام تر الحادی سازشوں کو ناکام بنادیا۔ تاریخ دعوت وعز u میں صوفیانہ طرز تعلیم و تربیت کا ایسا ہی نادر نمونہ بر R کے بطل جلیل حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پیش کیا تھا جب مغلیہ سلطنت کے فرماں روا شاہی حکمنامے کے ساتھ دین اکبری کا اعلان کرچکے تھے اور دین محمدیؐ کا کھلا مذاق اڑایا جارہا تھا۔

میں نے اپنے قارئین کو G نوری کے مجاہدانہ صوفیانہ اور مجددانہ کارناموں کی ایک i گذشتہ سال دورہ ترکی کے بعد انہی صفحات پر تین اقساط کے ذریعے دکھائی تھی۔ ان احوال کی ¬ ت ایک å کتاب کی متقاضی ہیں جو ان شاء اللہ جلد ہی å کرلی جائے گی۔ سرِ دست اس دورے کے

چند تاریخی، دینی اور علمی U وں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے میں قارئین کو اس دورے کے علمی اور تحقیقی U وں سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں اس لئے کانفرنس میں شرکت سے اس سفر کی روئیداد کا آغاز کیا جارہا ہے۔

کانفرنس میں شرکت

عام طور پر جب کسی کانفرنس کا تذکرہ ہو اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے تو لامحالہ تصور ابھرتا ہے کہ یہ کوئی عوامی اجتماع ہوگا اور شرکت کی دعوت خطاب سے مشروط ہوگی۔ یہ عوامی مزاج بالعموم ہمارے ہاں زیادہ ہے اور اس کی بے شمار وجوہات ہیں۔ بہر حال مجھے استنبول میں جس کانفرنس میں جانے اور اس میں باقاعدہ شرکت کا موقع مل رہا ہے وہ ‡ عوامی یا سیاسی اجتماع نہیں ہوتا É مخصوص اور منتخب لوگوں کی علمی، تحقیقی اور فکری ملاقاتیں ہوتی ہیں جہاں بدیع الزماں G نورسی کی فکر و فلسفہ کو موضوع بنا کر عالم اسلام کے مسائل اور امکانات پر غور وخوض ہوتا ہے۔ ترکی قوم نے جن مشکلوں میں دینی کام کا تسلسل جاری رکھا وہ دیگر اقوام اور علاقوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس لئے یہ بدیع الزمان G نورسی اور ان کے رسائل نور کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور یہ B ہیں کہ جس طرح ترکی میں جاری ملحد نظام حکومت ایمانی جذبوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکا اور ا E ری قوتوں کے بنائے ہوئے جال اب خود بوسیدہ اور ناکارہ ہوکر ختم ہورہے ہیں اسی طرح عالم اسلام کے سیاسی، معاشی، ثقافتی، مذہبی اور تعلیمی مسائل بھی اس عبقری صفت صوفی منش شخص کی مخلصانہ کاوشوں سے حل ہو M ہیں۔ اسی لئے وہ دنیا کے کونے کونے پر رسائل نور کا پیغام à نے میں د p رکھتے ہیں۔

ان کی اسی د p کا ³ ہے کہ استنبول میں ایک x ادارہ صرف ان امور کی نگرانی کرتا ہے جو اندرون اور بیرون ملک یونیور - ں میں سیمینار اور تحقیقی مقالہ جات سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اس ادارہ کے زیر انتظام یہ چوتھی کانفرنس تھی جو صرف یونیور - ں کے اساتذہ اور سینئر طلباء پر مشتمل تھی جو کسی نہ کسی حوالے سے G نورسی پر تصنیف و تحقیق کا کام کررہے ہیں۔ گذشتہ سال جب مجھے حرم مکہ میں G نورسی اور ان کی جماعت ''النور'' سے پہلی مرتبہ تعارف ہوا تو میں نے اسے منہاج القرآن کے دستور، š ر اور فکر و منہج کے بہت زیادہ قریب پایا۔ G نورسی ایک ذہین، مخلص اور پرعزم شخصیت تھے جن کی وفات 1960ء میں ہوچکی ہے۔ ان کے حالات پڑھ کر یوں لگا جیسے وہ بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہی کی طرح قدرت کے خصوصی انتظامات کے سائے میں تیار ہوئے اور وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے مشکل وقت میں قوم کی رہنمائی فرمائی۔ خصوصاً بچپن، لڑ ﹸ ، سیاسی نظریات اور صوفیانہ طرز دعوت میں بے حد ~ ثلت پائی جاتی ہے۔ اسی ~ ثلت اور محبت کی بنیاد پر ہمارے درمیان مضبوط باہمی رشتے استوار ہوچکے ہیں جو دوسروں کے ہاں کئی دہائیاں گزرنے کے باوجود مستحکم نہیں ہوسکے۔

اس مرتبہ میرے ساتھ محترم یوسف عباس بھی تھے جو ہمارے ہاں منہاج یونیورسٹی میں Ph.D کے سکالر ہیں اور حضرت بدیع الزماں G نورسی اور حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے نظریہ جہاد پر راقم کی زیرنگرانی پی ایچ ڈی کررہے ہیں۔ پاکستان سے دوسری نمائندگی شمائلہ مجید کررہی ‰ جو پنجاب یونیورسٹی شعبہ اسلامیات میں G نورسی کی تعلیمات پر پی ایچ ڈی کررہی ہیں۔ اسی طرح اس مرتبہ بھارت سے بھی کئی اداروں کی نمائندگی تھی۔ الھد ی یونیورسٹی کیریلا سے کچھ طلباء تھے۔ ندوۃ العلماء، جامعہ — دھلی، جواہرلعل نہرو یونیورسٹی اور ò یونیورسٹی سری نگر سے بھی نمائندگی تھی۔ علاوہ ازیں امریکہ، آسٹریلیا، برطانیہ، اٹلی، فرانس، جرمنی، سو..رلینڈ، ملا - ، انڈونیشیا، فلپائن اور عرب ~ لک سے متعدد سکالر حضرات تشریف لائے تھے۔ زبان کی سہولت کی خاطر ان شرکاء کو دو بڑے گروپس میں تقسیم کیا

گیا تھا۔ ایک انگریزی اور دوسرا عربی زبان کا گروپ۔ دونوں گروپس میں آٹھ آٹھ سیشن ہوئے جن کو متعلقہ سینئر اساتذہ نے چیئر کیا۔ چنانچہ ا › گروپ کے پانچویں سیشن کی صدارت راقم الحروف نے منہاج یونیورسٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے کی۔ یوں دنیا بھر سے آئے ہوئے اساتذہ اور طلباء کے سامنے منہاج یونیورسٹی کا باوقار تعارف بھی ہوا۔

اس دو روزہ ریسرچ سیمینار کے اختتام پر حسب سابق انتظامیہ نے آبنائے فاسفورس میں ایک گرینڈ ڈنر کا اہتمام کیا تھا۔ ایک بڑا بحری جہاز 5 گھنٹوں کے لئے حاصل کرکے اس پر ہر طرح کے کھانے اور پھل لگادیئے جاتے ہیں۔ شرکائے کانفرنس کے علاوہ اس تقریب میں دیگر اہل علم وفکر حضرات اور تجارت پیشہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ یہ ایک تعارفی، تفرm اور یادگار تقریب ہوتی ہے جو صاف _ ی ¾ ں سمندری لہروں پر یادگار اور پرلطف لمحات کی امین ہوتی ہے۔ گذشتہ سال مجھے اسی اجتماعی سمندری تفریح کے دوران ''طلبائے نور'' کے دینی مدارس ''درس خانوں'' کا تعارف ہوا اور میں اگلے ہی دن اپنے میزبان دوست کے گھر سے سامان اٹھا کر ایک درس خانے کا مہمان بن گیا۔ تب مجھے پہلی مرتبہ معلوم ہوا تھا کہ جماعت النور کیسے زیر زمین نظام دعوت وتربیت کے ذریعے اپنے مشن کو فروغ دیتی رہی ہے اور آج بھی یہ فرشتہ صفت لوگ ایک سیکولر معاشرے میں اسلام کا نور کس جاں فشانی، مالی ایثار اور ذاتی قربانی سے پھیلا رہے ہیں۔

یلدز یونیورسٹی میں دوسری کانفرنس

اس سال اسی کانفرنس کی انتظامیہ نے ایران اور ترکی کی ٹیکنیکل یونیورسٹی کے تعاون سے اسلام کے ان مفکرین کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ایک پروقار کانفرنس کا انعقاد کیا تھا M ں نے سماجی اور عمرانی افکار و خیالات سے دنیا کو مستفیض کیا ہے۔ اسلامی مفکرین کی اس طویل فہرست میں علامہ ابن خلدون، ڈاکٹر علی شر ç اور G نورسی پر تحقیقی مقالات کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت مغرب سماجی افکار اور تبد=ں کا کریڈٹ h میں تیزی دکھا رہا ہے۔ ثا3 یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جارہا ہے کہ مسلم مفکرین نے الٰہیات پر ہی اپنی توجہ مرکوز کئے رکھی۔ باقی رہے سائنسی، سماجی اور عمرانی U تو ان پر مسلمانوں کا کوئی واضح کردار نہیں چنانچہ یہ کانفرنس اس لحاظ سے اچھا آغاز ثابت ہو$ی ہے کہ اسلامی ~ لک کے تعلیمی اداروں میں اسی طرح کی ٹھوس اور مثبت سرگرمیاں فروغ پاسکیں اور جدید نسل کو اپنے عظیم مشاہیر کے علمی اور سماجی کارناموں کا علم ہوسکے۔

یلدز ٹیکنیکل یونیورسٹی پرانے استنبول کے اس بلند اور سرسبز احاطے میں ہے جو ¢نی خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی کے محل کے قریب خوبصورت سرسبز مقام پر واقع ہے۔ جہاں چنار کے صدیوں پرانے درخت آج بھی اپنے شاندار ماضی اور خوش حال مکینوں کی داستانیں سنارہے ہیں یہاں ایک مسجد بھی ہے جس میں سلطان عبدالحمید ثانی نے اپنے ہاتھوں سے لکڑی پر > ہ کاری کا کام کیا ہوا ہے۔ سلطان کا ذوق " اور کاریگری دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا۔ خوشی تو ان کے ذوق " پر ہوئی مگر افسوس اس لئے ہوا کہ ہمارے بادشاہوں کی اسی ''بادشاہت'' نے انہیں گردو پیش کے ماحول، تقاضوں اور ان حکمت > ں سے بیگانہ رکھا جن کی بناء پر مغرب اور یورپ Q اور علمی انقلاب کے سہارے دنیا پر چھا گیا اور ہمارے عظیم سلاطین اپنی روحانی تسکین کے لئے مساجد کی > ہ کاری اور نقش و نگار میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ ان) 1 سربراہان حکومت کو اسلام کی خدمت کا اجر عطا فرمائے مگر ¢نی سلطنت کے آخری ایام کی کہانی ایسے ہی تلخ زمنی حقائق پر مشتمل ہے جب ایک طرف مسلمان ترقی یافتہ یورپی اقوام کی طرف حسرت کی نظر سے دیکھ رہے تھے اور دوسری طرف مسلمان

~ لک میں باہمی فساد اور لڑائیاں زوروں پر‰% ۔ یہ وہی دور ہے جب جمال الدین افغانی اسلامی ~ لک میں اتحاد کی کاوشیں کررہے تھے اور عین نوجوانی میں G نورسی جدید تعلیمی ادارے کا خواب لے کر استنبول آئے تھے مگر دونوں کے ساتھ دربار¢نی نے نامناسب سلوک کیا تھا۔

استنبول سے وان براستہ نورس

گذشتہ سال مجھے ترکی میں ''طلبائے نور'' کے چند مراکز دیکھ کر ان کے دیگر مراکز دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا چنانچہ اس مرتبہ میں نے خصوصی طور پر استنبول سے باہر نکل کر ان کے شہر، چھوٹے ... ت اور گاؤں دیکھنے کا فیصلہ کررکھا تھا۔ چنانچہ میں نور محمد دغان کی رہنمائی میں 25 جون کو استنبول سے نکل کھڑا ہوا۔ ابتدائی دو دن میرے ساتھ یوسف عباس شامل رہے مگر ان کی وطن وا 3 تھی۔ چنانچہ استنبول سے 5 گھنٹوں کی مسافت پر ''طاؤشنل'' › میں قیام کے دوران ß آباد سے گئے ہوئے کچھ حضرات کے علاوہ ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس بھی ہمارے ہم سفر بن گئے۔ جو اگلے تین روز تک میرے ساتھ رہے۔ بعد ازاں جب یہ بھی واپس آگئے تو میں اپنے سفر کے اگلے مرحلے پر اکیلا دیار بکر کی طرف روانہ ہوگیا۔ دیار بکر رومیوں کا مضبوط مرکز تھا جس کو فتح کرتے ہوئے 17 صحابہ کرامؓ کی شہادت ہوئی۔ آج شب برأت تھی، میرے میزبانوں نے شب بیداری کے بعد خود بھی روزہ رکھا اور مجھے بھی روزہ رکھوایا۔ صحابہؓ کے مزارات پر حاضری کے بعد شہر کے تاریخی مقامات دیکھے اور اسی روز ہم اگلے رفقاء مصطفیٰ اور محمود بھائی کے ساتھ ترکی کے پہاڑی علاقوں میں چلے گئے۔ یہ پہاڑی علاقے کردوں کے علاقے ہیں۔ یہاں اسلام اپنی حقیقی شکل کے ساتھ موجود رہا ہے۔ اس علاقے میں مدارس دینی آج بھی موجود ہیں اور صوفیاء کی خانقاہیں بھی کام کررہی ہیں۔ یہی علاقہ دراصل G نورسی صاحب کا علاقہ ہے جہاں انہوں نے تعلیم و تربیت کے ابتدائی مراحل طے کئے۔

چنانچہ اس مرتبہ مجھے ان کے دشوار گزار پہاڑی علاقے میں محصور گاؤں ''نورس'' É ان مقامات کا مشاہدہ کرنے کا موقع بھی ملا جہاں حکومت انہیں قید و بند کی سخت ا e ء سے گزارتی رہی۔ یہ علاقے ò کی وادیوں سے بہت ~ ثلت رکھتے ہیں، وہی آبشاریں، ندیاں اور میوہ جات کے درخت اور ٹھنڈا موسم۔

مجھے ''وان'' شہر سے 6 کلو¢ر دور خوفناک پہاڑوں کے دامن میں وہ مقام بھی دیکھنے کا موقع ملا جہاں G نورسی نے انقرہ کی بھرپور حکومتی مراعات اور سیاسی زندگی سے کنارہ کشی کے بعد گوشہ گمنامی میں دو سال گزارے اور سخت ترین روحانی ریاضات میں خود کو معنوی جہاد کے لئے تیار کیا۔ بعد ازاں جب انہیں یہاں سے سینکڑوں میل دور ایک اور پہاڑی مقام ''بارلا'' میں نظر بند کردیا گیا تو انہوں نے وہاں بھی تمام تر حکومتی نگرانی کے باوجود N جہاد جاری رکھا۔ ایک چھوٹے سے گھر اور اس سے متصل چنار کے درخت کو اپنی حیران کن سرگرمیوں کا محور بنالیا۔

یہاں Ö کر انہوں نے وہ ''رسائل'' تحریر کرنے شروع کئے جو انتہائی راز داری کے ساتھ ان کے تلامذہ نے پورے ملک میں پھیلادیئے۔ یہ رسائل اب 9 ضخیم جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں منتقل ہورہے ہیں۔ یہ مکتوبات سیاسی انتقام یا عوام کو بھڑکانے کے لئے نہیں É سیکولر انقلاب کے ملحدانہ اثرات سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو محفوظ رکھنے کے لئے ' گئے۔ ان رسائل کی زبان نہایت موثر اور سادہ ہے۔ ان میں علمی، عقلی اور سائنسی استدلال کی بھرمار ہے۔ یہ قرآن حکیم کی معاصر تفسیروں میں سب سے جاندار تفسیر بھی ہے اور علم العقائد تصوف، کلام اور سماجی مسائل کے حل کا خوبصورت مجموعہ بھی۔ جس کیف اور درد کے ساتھ استاد نورسی نے یہ رسائل تحریر کئے اسی ایثار، قربانی اور دیانت کے ساتھ ان کے ارادت مند طلباء نے انہیں محفوظ کیا۔

جان پر کھیل کر ان کی نقول تیار کیں اور زیر زمین نظام ترسیل کے ذریعے لاکھوں کاپیاں ملک کے کونے کونے میں à دیں۔ اس N اور دعوتی جہاد میں ان کے کئی شاگرد L ہوگئے اور بعض کو طویل سزائیں بھی × پڑیں۔

میں نے اپنی آ \ ں سے استنبول سے لے کر وان تک درجنوں چھوٹے بڑے شہروں کے ہزاروں مراکز دیکھے ہیں Î یہ لوگ ''درس خانہ'' کہتے ہیں۔ یہ ان کی روحانی تربیت گاہیں ہیں جہاں نہایت معیاری اور صاف _ ے ماحول میں ان لوگوں کو خدمت دین کے فریضے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ایک خود کار نظام کے تحت ہر جگہ ایسے مراکز میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ترک مسلمانوں کی Š ی یا چوتھی نسل اس امانت کو لے کر اب دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہے۔ یہ جنونی یا سخت گیر مسلمان نہیں É جدید تعلیم یافتہ، خوش اخلاق، باصلاحیت، s اور 3 مزاج نوجوان ہیں جو خود کو صرف اور صرف دین کا خادم B ہیں اور اسلام کو مکی دور سے نکال کر مدنی دور میں لانے کے لئے خود کو مطلوبہ صلاحیت سے لیس کر رہے ہیں۔ بظاہر یہ لوگ آپ کو انگریزوں کی طرح ٹوپیس میں ملبوس نظر آئیں گے ان کے چہروں پر داڑھی بھی نہیں ہے لیکن اندر سے صاف _ ے، پرہیزگار، دل و نگاہ کی حفاظت کرنے والے اور عالم اسلام کے پکے خیر خواہ۔ ان کے نظام میں کوئی عہدہ اور منصب نہیں سب طلبائے نور ہیں ا% ان لوگوں کی خصوصی تکریم کی جاتی ہے جو ''وقف'' ہوتے ہیں۔ یہ وقف لوگ دن رات اسی مشن کی خدمت کرتے ہیں اور بالعموم شادی شدہ نہیں ہوتے۔

اسی قافلہ نور سے تربیت پانے والے ایک فردِ فرید محمد فتح اللہ گولن ہیں جو احیائے اسلام کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی طرح عالمی سطح پر نہایت کامیاب کاوشیں بروئے کار لا رہے ہیں۔ انہوں نے فلاحی تعلیمی مراکز کے قیام کے ذریعے ترکی معاشرے میں خاموش انقلاب برپا کر دیا ہے۔ وہاں آپ کو کوئی شخص ان پڑھ نظر نہیں آئے گا۔ کوئی باصلاحیت نوجوان اس لئے زیور تعلیم سے محروم نہیں رہے گا کہ اس کے پاس تعلیمی اخراجات کا بندوبست نہیں۔ ان مراکز نے طلباء کو مناسب اور مددگار ماحول فراہم کر دیا ہے۔

فتح اللہ گولن کی سرپرستی میں جاری بڑے بڑے اداروں سے فارغ ہونے والوں نے سیاست، معیشت، میڈیا اور انتظامیہ کو دیانتدار باصلاحیت افراد فراہم کئے ہیں۔ رجب طیب اردگان کی حالیہ معجزانہ کامیابیوں کا دارومدار دراصل انہی مراکز پر ہے۔ موجودہ معاشی اور سیاسی استحکام کے ú دراصل اسی جماعت النور کی شبانہ روز کاوشیں کارفرما ہیں جو کئی دہائیوں پر مشتمل ہیں۔ اس لئے کہا جا Y ہے کہ حالیہ سیاسی تبدیلی جو ترکی کے ان x مزاج مخلص مسلمانوں کی جدوجہد سے ممکن ہوئی ہے اس کے اثرات صرف ترکی تک ہی محدود نہیں رہیں گے É اس خوش آئند تبدیلی سے پورا عالم اسلام مستفید ہوگا۔

مگر عالم اسلام میں موجود بے شمار مذہبی اور اعتقادی مسائل کے قطع نظر ترکوں کی خوش ¬ یہ ہے کہ یہاں 95 , لوگ حنفی اور سنی o ہ پر عمل پیرا ہیں۔ سیکولر آئین کی بے شمار قبا 0 ں کے ساتھ انہیں ایک فائدہ یہ رہا ہے کہ یہاں ہماری طرح کی شتر بے مہار آزادی کی عدم موجودگی نے قدرے سکون بحال رکھا۔ یعنی ہمارے بر R کی طرح ہر Ÿ و محراب سے ایک نیا اسلام " رف ہونے کی ''سعادت'' سے یہ لوگ چونکہ دور رہے ہیں اس لئے مذہبی افتراق و انتشار کی وہ افسوسناک صورت حال یہاں ہرگز نہیں جو ہمارے ہاں بد ¬ سے پیدا ہو چکی ہے۔ پاکستان کے دیگر مہلک امراض میں ایک بڑی مرض یہ ہے کہ یہاں بے شمار مسالک، دھڑے اور فرقے تو موجود ہیں مگر اصل اور حقیقی اسلام کہاں ہے؟ ہمارے نوجوان اس معاملے میں کافی پریشان ہیں۔ ترکی میں باہر سے پڑھ کر جانے والوں میں اکا دکا لوگ مخاصمانہ مسلکی کشاکش سے متاثر ضرور ہوتے ہیں تاہم وہ معتدل اجتماعی نظام میں زیادہ خرابی کا باعث نہیں بنتے۔

(جاری ہے)

چوتھی عادت:

انسانی © ت میں مضبوطی و استحکام

قسط 13

شفاقت علی شیخ

قارئین کے I یدہ اس سلسلہ وار مضمون میں امریکن رائٹر ''سٹیفن آرکووے'' کی تحریر Seven Habits of highly effective people کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا جارہا ہے۔ اس مضمون کا یہ سلسلہ ماہنامہ منہاج القرآن میں جنوری 2011ء سے جاری ہے اور اب تک تین خصوصی عادات ''ذمہ داری قبول کرنا''، ''انجام پہ نظر رکھنا'' اور ''ترجیحات کا تعین'' کومختلف جہات سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات میں سے چوتھی عادت ''انسانی © ت میں مضبوطی اور استحکام'' کا پہلا حصہ نذرِ قارئین ہے۔

ہر انسان دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا I کرتا ہے۔ انسان کے اجتماعیت I ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کی فطرت ہی اس طرح کی بنائی ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جُل کر رہنے میں تسکین پاتی ہے اور دوسروں سے الگ تھلگ بالکل تنہا رہنے میں وحشت محسوس کرتی ہے (سوائے اُن مخصوص لوگوں کے جو اللہ رب العزت کی محبت کے نشے میں اتنا سرشار ہو جاتے ہیں کہ اُنہیں جلوتوں سے { زیادہ مزہ خلوتوں میں آتا ہے اور اُن کیلئے عرصہ دراز تک دوسروں سے الگ رہنا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زندگی کے تقاضوں اور لوازمات کی فراہمی کیلئے ہر شخص دوسرے بہت سارے لوگوں کا محتاج ہوتا ہے۔ کوئی بھی شخص خواہ وہ کتنا ہی باصلاحیت کیوں نہ ہو اپنی زندگی کی ضروریات کو خود پورا نہیں کر Y ۔ ایک انسان کی ایک دن کی روٹی ہی بے شمار لوگوں کی کاوشوں کا ³ ہوتی ہے۔ یہی حال دیگر ضروریات زندگی کا بھی ہے۔ چنانچہ دوسرے لوگوں سے مل جل کر اجتماعی زندگی گزارنا ہمارا فطری اور طبعی تقاضا بھی ہے اور ہماری بقاء اور ارتقاء کیلئے ضرورت اور مجبوری بھی ہے۔

کامیاب زندگی گذارنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم جس ماحول اور معاشرے میں رہ رہے ہوں اُس سے ہم آہنگ ہوں اور وہ ماحول ہمارا مددگار و معاون ہو، تاکہ ہمارے لئے اپنی صلا 6 ں اور مواقعوں سے بھر پور استفادہ کرتے ہوئے آگے بڑھنا آسان ہو۔ اس مقصد کیلئے اردگرد کے لوگوں کے ساتھ ہمارے مضبوط، پائیدار اور خوشگوار © ت کا ہونا ضروری ہے۔ جتنے زیادہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارے © ت ٹھوس بنیادوں پر استوار ہوں گے اُتنا ہی ہمیں دوسرے لوگوں کا تعاون حاصل ہو گا اور ہمارے لئے اپنی صلا 6 ں کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی صلا 6 ں کو اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کیلئے E l ل کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس کے برعکس

☆ shafaqatalisheikh@yahoo.com

دوسرے لوگوں کے ساتھ خوشگوار © ت قائم نہ ہونے کی صورت میں قدم قدم پر دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوگا اور وہ ہمارے معاون بننے کی بجائے ہمارے راستے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔ جس کی وجہ سے ہم نہ تو اُن سے مطلوبہ تعاون حاصل کرسکیں گے اور نہ ہی اپنی صلا 6 ں سے بھرپور استفادہ کرسکیں گے۔ Í ترقی کی شاہراہ پر تیز رفتاری سے سفر کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں رہے گا۔

اسلام میں باہمی © ت کو خوشگوار رکھنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور ان کو مضبوط سے مضبوط بنانے کے لئے باقاعدہ تعلیمات دی گئی ہیں۔ اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ محض دنیوی زندگی کو خوشگوار اور آسان بنانے کیلئے ہی اچھے © ت کو برقرار رکھنے پر زور نہیں دیتا É اس معاملے کو ایمان اور آخرت کی فلاح و بہبود کے ساتھ جوڑ کر اُسے دنیا و آخرت کی سعادتوں اور < ئیوں کے حصول کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ.

’’بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو‘‘۔ **(الحجرات:١٠)**

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ. (الصف:٤)

’’بے شک اللہ ان لوگوں کو I فرماتا ہے جو (دہشت گردی اور بربریت کے خاتمے، قیامِ اَمن اور تکریم اِنسانیت کے لیے) اُس کی راہ میں (یوں) صف h ہوکر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں‘‘۔

اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندوں کا باہم مل جل کر، اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس کی راہ میں جدوجہد کرنا بہت I ہے۔

حضور A نے فرمایا:

المومن مالف ولا خير فيمن لا يالف ولا يولف.

’’مومن اُلفت و محبت کا پیکر ہوتا ہے اور اُس شخص میں کوئی خیر نہیں ہے جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور دوسرے اُس سے محبت نہیں کرتے ہیں‘‘۔

مندرجہ بالا ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین و دنیا اور آخرت کی سعادتوں کے حصول کیلئے ہمارے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم معاشرے سے الگ تھلگ اپنا جزیرہ بنانے کے بجائے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا سیکھیں۔ ہم دوسروں کو محبت دینا جانتے ہوں اور اُن سے محبت لینا جانتے ہوں۔ ہم ہر کسی کے مددگار اور معاون بنے ہوئے ہوں اور دوسری طرف ہمارا سارا ماحول ہمارا مددگار اور معاون بنا ہوا ہو۔ اس مقصد کیلئے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارے © ت نہایت خوشگوار ہوں جن کی بنیاد محبت و ۔ دت، ہمدردی و خیرخواہی اور ایثار و قربانی کے 4 ین اُصولوں پر قائم ہو۔

تسخیر ذات

سمجھنے اور ذہن نشین کرنے والی اہم ترین بات یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ خوشگوار © ت کی اولین بنیاد اپنے آپ پر ضبط حاصل کرنا ہے بالفاظ دیگر ’’تسخیر کائنات‘‘ کی پہلی شرط ’’تسخیر ذات‘‘ ہے۔ اپنے آپ پر فتح حاصل کئے % ماحول کو فتح نہیں کیا جا Y ۔ ذاتی فتح عوامی فتح سے پہلے آتی ہے۔ اجتماعی کامیابی سے پہلے انفرادی کامیابی ضروری ہوتی ہے۔ انفرادی کامیابی پہلی منزل ہے اور اجتماعی کامیابی دوسری منزل۔ جس طرح آپ پہلی منزل کو تعمیر کیے % دوسری منزل تعمیر نہیں کر M اُسی طرح ذاتی استحکام اور شخصی تعمیر کے % ماحول اور معاشرے کے ساتھ خوشگوار © ت قائم نہیں کر M ۔ سر ایڈ منڈ ہیلری M ں نے دنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کیا، اُن کا

ایک نہایت خوبصورت اور بامعنی قول یہ ہے کہ:

’’ہم پہاڑ کو فتح نہیں کرتے É اپنے آپ کو فتح کرتے ہیں‘‘۔

مراد یہ ہے کہ بیرونی دنیا کو فتح کرنے سے پہلے ہم اپنی ذات کو فتح کرتے ہیں اور اپنے آپ پر عبور حاصل کرتے ہیں۔ یہی ذاتی فتح ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ ہم باہر کی دنیا کو فتح کرنے کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ اس طرح کسی دانشور کا ایک قول کچھ یوں ہے:

’’جو شخص اپنے آپ پر فتح حاصل کر لے اُس کے لئے دوسروں پر فتح حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں‘‘۔

اس سے ملتا جلتا ایک اور قول یہ ہے کہ

’’دوسروں کے ú پڑنے کے بجائے تم اپنے ú پڑو‘ اپنے آپ کو پکڑ کر تم 4 طور پر دوسروں کو پکڑ M ہو‘‘۔

مندرجہ بالا اقوال کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ © ت میں 4 ی لانے سے پہلے اپنے آپ کو 4 کرنا ضروری ہے۔ ماحول اور معاشرے کو مسخر کرنے کیلئے پہلے اپنے آپ کو مسخر کرنا ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کسی بھی m کا اہم ترین جزیہ ہوتا ہے کہ آپ خود کیا ہیں؟

اگر ہم دوسروں کے ساتھ اپنے © ت 4 بنانا چاہتے ہیں تو کسی اور جانب دیکھنے سے پہلے ہمیں اپنے آپ پر نظر دوڑانا ہوگی۔ اور اُن کی نظروں میں سچی عزت حاصل کرنے کے لیے زبان سے کہنے یا ظاہر کرنے کی بجائے w وہ کچھ بن کر دکھانا ہوگا۔ اصل عزت نفس اپنے آپ پر عبور حاصل کرنے میں ہے۔ اسی سے خود مختاری حاصل ہوتی ہے اور یہ خود مختاری ہی ہمیں باہمی ® ر کے قابل بناتی ہے جب تک ہم سچی خود مختاری حاصل نہیں کر £ ، اُس وقت تک انسانی © ت میں ترقی حاصل کرنے کے جوہر کی خواہش حماقت ہے۔ ممکن ہے کہ ہم کوشش کریں اور موافق حالات میں ہمیں تھوڑی بہت کامیابی بھی حاصل ہو جائے لیکن جب ناموافق حالات آئیں گے اور وہ ضرور آئیں گے تو ہمارے پاس وہ بنیاد ہی نہیں ہوگی کہ جو چیزوں کو Ü رکھ سکے۔

لہٰذا انفرادی کامیابی سے اجتماعی کامیابی کے میدان میں داخل ہونے کیلئے جس باہمی ® ر کی ضرورت ہوتی ہے اُس کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے ہم خود اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہوں اور اپنے وجود کیلئے کسی کے محتاج نہ ہوں۔ خود ® ری (Self Dependence) ایک معرکہ ہے ² باہمی ® ر (Inter Dependence) ایک ایسا انتخاب ہے کہ جو صرف خود مختار لوگ ہی کر M ہیں۔ تسخیر ذات سے ہمیں خود مختاری میں مدد ملے گی اور کہہ سکیں گے کہ ’’میں اپنی ذات کا خود ذمہ دار ہوں اور اپنی تقدیر خود بنا Y ہوں‘‘۔ ایسا ہو جانا بہت بڑی کامیابی ہے اور یہ ذاتی فتح ہے۔ بعد ازاں عوامی فتح کا مرحلہ آتا ہے اور عوامی فتح ہمیں باہمی ® ر کے قابل بنائے گی اور ہم دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنا سیکھیں گے اور کہہ سکیں گے کہ ’’میں ایک ٹیم کا رکن ہوں۔ میرے پاس بہت قوت ہے اور میں لوگوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہوں‘‘ یہ پہلی سے بھی بڑی کامیابی ہے۔

نبی اکرم A نے ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ. (بخاری، الصحیح، ۱:۱۹، رقم:۲۸)

اس حدیث مبارکہ سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو رہی ہے کہ دوسروں سے محبت کرنے اور ان کے لئے I کرنے سے پہلے اپنے آپ سے محبت کرنی پڑتی ہے اور اپنے لئے اچھی چیز کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو ہی I نہیں کرتا‘ یا اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے وہ دوسروں کو کیا I کرے گا؟ اپنی ذات سے محبت، اپنے آپ کو T نے %، اپنے جوہر کو جلا دیئے % اور ضبط نفس و پختگی کردار کے % کیسے ہو $ ہے؟ اور اگر ہو بھی جائے

تو وہ بے بنیاد ہو گی۔ جلد یا بدیر ہمارے اندر کا کھوکھلا پن ہماری اپنی نظروں میں اور زمانے والوں کی نظروں میں نمایاں ہو جائے گا۔ اگر ہمارا اپنی ذات پر کنٹرول نہیں ہے اور ہمارے کردار کے اندر مضبوطی اور استحکام نہیں ہے تو ہم L بھی اپنی نظروں میں صحیح معنوں میں عزت نفس کے حامل نہیں بن M۔ سچی عزت نفس پیدا ہی اُس وقت ہوتی ہے جب ہم پورے اعتماد کے ساتھ ضبط نفس اور پختگی کردار کے ساتھ آزادانہ کھڑے ہوں۔ ورنہ ہمارا ضمیر اندر سے ہمیں ملامت کرتا رہتا ہے یا پھر ہمیں ضمیر سے Ö را حاصل کرنے کیلئے بے ضمیر بن جانا پڑتا ہے۔ نیز زمانے والوں کی نگاہوں میں بھی ہمارے قول و فعل کا تضاد نمایاں ہوتا رہتا ہے اور اُن کی نظروں میں معزز و محترم بننے کی ہماری کاوشیں بے ³ رہتی ہیں۔

فارسی زبان میں ایک کہاوت ہے:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

" ایک طرح کے پرندے ا N اُڑتے ہیں کبوتر، کبوتروں کے ساتھ اور باز، بازوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں"۔

چنانچہ عملی زندگی کے اندر عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس طرح کے انسان ہم خود ہوتے ہیں اُسی طرح کے انسانوں کیساتھ ہمارے راÆ اور © ت پیدا ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ

(النور:۲۶)

" ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے (مخصوص) ہیں اور پلید مرد پلید عورتوں کے لیے ہیں، اور (اسی طرح) پاک و طیب عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے (مخصوص) ہیں اور پاک و طیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں"۔

انگریزی زبان کا مندرجہ ذیل محاورہ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے:

A man is known by the Company he keeps

" آدمی اپنی Ä سے T نا جاتا ہے"

مطلب یہ کہ جس طرح کا آدمی خود ہوتا ہے اُسی طرح کے دوست احباب اُسے مل جاتے ہیں یا پھر جس طرح کے دوست احباب کیساتھ کسی کا اُٹھنا Î ہو، اُسی سانچے میں وہ ڈھلتا چلا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ اُصول ہم سب صادق آتا ہے کہ اگر ہم ذاتی نظم و ضبط اور اچھے کردار کے باعث عزت نفس رکھتے ہوئے اپنے قدموں پر آزادی اور اعتماد کیساتھ کھڑے ہوں تو اُسی طرح کے لوگ بھی ہماری عزت کرنے اور ہم پر اعتماد کرنے میں رغبت محسوس کریں گے اور یوں باہمی عزت و احترام کی بناء پر ہمارے لئے باہمی اعتماد کا راستہ کھل جائے گا۔ اب یہ ا® ر اُن لوگوں کے درمیان ہو گا جو دوسروں کے محتاج اور Z نہیں ہوتے É اپنے اپنے قدموں پر کھڑے باصلاحیت، باکردار، اور خود مختار (Independent) افراد ہوتے ہیں۔ لیکن بلند تر مقاصد اور عظیم تر کامیابیوں کے حصول کیلئے وہ باہم ا® ر کرنا چاہتے ہیں تا کہ ایک دوسرے کی صلا 6 ں کو بھر پور طریقے سے ا E ل میں لائے ہوئے ترقی اور کامیابی کی اُن بلندیوں تک à جا سکے جہاں تک پہنچنا انفرادی طور پر کسی کیلئے بھی ممکن نہیں ہے۔

جس ماحول اور کائنات کو تسخیر کرنے کے لئے ہم اپنے آپ کو تسخیر کر رہے ہیں اس سے مراد دوسروں کے اُوپر قابو پانا یا غلبہ حاصل کرنا نہیں É اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں ہماری عزت اور احترام ہو، وہ ہم پر اعتماد اور اعتبار کر رہے ہوں اور ہماری

ہر جائز اور معقول بات کو ماننے پر تیار ہوں نیز مثبت مقاصد کیلئے ہمارے ساتھ تعاون کرنے اور اپنی صلا 6 ں کو ہماری صلا 6 ں کے ساتھ ملا کر œ کہ جدوجہد کے لیے بخوشی آمادہ ہوں تاکہ باہمی خوشگوار © ت کے ماحول میں ایک باوقار انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ چلتے ہوئے اورایک دوسرے کی صلا 6 ں کو 4 ین انداز میں ا E ل کرتے ہوئے بلند تر مقاصد اور اعلیٰ اہداف کے حصول کو ممکن بنایا جا سکے۔

جذباتی اکاؤنٹ

اس سے پہلے کہ ہم تسخیر ذات سے تسخیر کائنات کی منزل کی طرف روانہ ہوں، باہمی © ت کے حوالے سے ایک اہم ترین حقیقت کو ™ لینا بہت ضروری ہے جسے کامیاب، خوشگوار اور پُر اثر © ت کی کلید بھی کہہ لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس حقیقت کو جذباتی اکاونٹ کا نام دیا جا Y ہے۔ ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ بینک اکاونٹ کیا ہوتا ہے۔ ہم بینک میں اپنے نام کا ایک اکاؤنٹ] اتے ہیں اور اُس میں وقتاً فوقتاً رقم جمع کرواتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت وہ ہمارے کام آ سکے۔ Î زیادہ رقم ہمارے اکاؤنٹ میں جمع ہوتی چلی جاتی ہے اُسی کی مناسبت سے ہمارے اندر معاشی حوالے سے تحفظ اور اعتماد کا لیول بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر وقت آنے پر ہم آسانی کے ساتھ مطلوبہ رقم نکلوا کر اپنی ضروریات پوری کر M ہیں۔ بالکل اسی طرح جتنے بھی لوگ ہمارے ساتھ مختلف Q ں سے منسلک ہوتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمارا ایک جذباتی اکاؤنٹ کھلا ہوتا ہے۔ ہم اپنے روز مرہ کے برتاؤ اور طرزِ عمل کو اس اکاؤنٹ میں جمع کرواتے یا نکلواتے رہتے ہیں جونہی ہم باہمی © ت کے اس اکاؤنٹ میں مثبت رویوں کی صورت ڈ6 زٹس جمع کرواتے ہیں تو © ت مضبوط ہو جاتے ہیں اور جب ہم t رویوں کی صورت کچھ نکلواتے ہیں تو © ت میں کمی آ جاتی ہے اور اعتماد کی سطح نیچے آ جاتی ہے۔ مضبوط اور صحت مند m طویل عرصہ تک مسلسل سرمایہ جمع کروانے کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ یہاں جس جذباتی اکاونٹ کی بات کی جا رہی ہے وہ ایک $ تی اکاونٹ ہے جس کا وجود ہمارے ذہنوں میں ہوتا ہے اور رقم سے مراد روB پیسہ نہیں É دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارا رویہ (Behaviour) ہے جو مختلف مواقع پر ہم ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ:

قیمته المرء محاسنه

''آدمی کی قدرو قیمت اُس کے محاسن ہیں''

یہ قول بڑے ہی بامعنی انداز میں بتا رہا ہے کہ دوسرے لوگوں کی نظروں میں ہماری قدر ومنزلت کا دارومدار ہماری خوبیوں (محاسن) پر ہوتا ہے ان خوبیوں کی دو 9 ہیں۔

۱۔ پہلی قسم تو ہماری ذاتی خوبیاں ہیں جن کا m ہماری شخصیت اور کردار سے ہے۔

۲۔ ذاتی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ہمیں دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اوراچھے برتاؤ والی خوبیوں کو بھی اپنانا ہوگا۔

ہم اپنی ذات میں کتنے ہی منظّم، مضبوط، اور مستحکم ہوں لیکن ° اور خود I ی کا شکار ہو کر دوسرے لوگوں کو B H ہوں اور اُن کے ساتھ ہمارا رویہ ہتک آمیز ہو، تو پھر ہماری تمام تر خوبیوں کے باوجود لوگوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے ہماری عزت کرنا ممکن نہیں ہوگا اگرچہ وقتی طور پر بظاہر کسی مجبوری یا مصلحت کی بنا پر وہ ہمیں سر آ \ ں پر بٹھا رہے ہوں۔

اسلام کی تعلیمات میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، ایثار و قربانی، محبت ومودت، ہمدردی و خیر خواہی، نفع بخشی و فیض رسانی، عفو و درگزر وغیرہ کی Î بھی ہدایات دی گئی ہیں وہ ساری کی ساری باہمی © ت کو مضبوط سے

مضبوط تر بنانے اور جذباتی اکاؤنٹ میں بڑے بڑے ڈ6 زٹس جمع کروانے کا زبردست ذریعہ ہیں۔ اس کے بر عکس حسد، بغض، کینہ، ° ، لالچ، بخل، غصہ، نفرت اور انتقام وغیرہ Ü جن چیزوں سے روکا گیا ہے وہ سب کی سب جذباتی اکاؤنٹ میں سے بڑی بڑی رS نکال کر © ت میں بگاڑ پیدا کردیتی ہیں۔ ذرا غور کریں کہ اسلام کس قدر خوبصورت دین ہے جو اُخروی زندگی میں سعادت کے حصول کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کو بھی کس قدر خوشگوار بنادیتا ہے اور اس کی تعلیمات کو دل و جان سے اپنا لیا جائے تو دنیا ہی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے۔گویا اسلام کے سنہری اُصولوں پر عمل کرنے کی بناء پر انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی نظروں میں بھی محبوب بنتا چلا جاتا ہے۔اور اس کے برعکس ان اُصولوں کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا مجرم بننے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی نظروں میں بھی اپنا وقار اور مرتبہ کھو دیتا ہے۔

جذباتی اکاؤنٹ کے اہم ڈ6 زٹس

ہم صبح سے لیکر شام تک دوسرے لوگوں کے ساتھ جو طرزِ عمل اپنا رہے ہوتے ہیں اُس کے ذریعے { جذباتی اکاؤنٹ میں رقم جمع کروا رہے ہوتے ہیں اور { نکال رہے ہوتے ہیں۔ان رقوم کی کئی 9 ہیں جن میں سے چھ بڑی رقوم یہاں بیان کی جا رہی ہیں جو © ت کو بنانے یا بگاڑنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

(i) فرد کو سمجھنا

دوسرے شخص کو حقیقی معنوں میں سمجھنے کی کوشش کرنا ایک بہت بڑی رقم ہے جو ہم جذباتی اکاؤنٹ میں جمع کروا M ہیں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایک انفرادیت عطا فرما رکھی ہے۔ اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کے رجحانات، ~ نات، ترجیحات اور I و نا I کو دوسرے لوگ جانیں اور اُن کا احترام کریں۔ ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو اپنے آپ پر قیاس کرتے ہوئے اپنے افکار و خیالات اور عقائد و نظریات کی روشنی میں تشریح کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک چیز ہمارے لئے اہم ہو مگر وہ کسی دوسرے کیلئے بالکل ہی اہم نہ ہو یا ایک چیز ہمیں I ہو اور دوسرے کو بالکل ہی نا I ہو۔ اگر ہم دوسروں کے ساتھ خوشگوار © ت قائم کرنا چاہتے ہوں تو ہمیں اُن کی د W ں اور ~ نات کو سمجھنا ہوگا۔ اور اُس کے مطابق ہی اُن کے ساتھ معاملہ کرنا ہوگا۔ دعوت دین کے آداب سمجھاتے ہوئے اس حقیقت کی طرف سورہ النحل آیت ۱۲۵ میں ارشاد ہے کہ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ.

”(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے Ù جو نہایت حسین ہو“۔

حضور A کا بھی فرمان ہے:

”لوگوں سے اُن کی ° ں کے مطابق گفتگو کرو“

(ii) جزئیات پر توجہ دینا

اجتماعی زندگی میں اور باہمی © ت میں بظاہر چھوٹی دکھائی دینے والی چیزیں حقیقتاً بہت اہم ہوتی ہیں۔ دوسروں کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی مہربانیاں بڑی بڑی رقموں کے جمع ہونے کا سبب بن جاتی ہیں اور اس کے بر عکس ان کو نظر انداز کرنے سے بعض اوقات بڑی رS نکل جاتی ہیں۔ { کسی کی خوشی یا غمی کے مواقع پر شرکت کرنا، کسی کی کامیابی پر اُسے مبارکباد دینا وغیرہ۔ اس طرح کی معمولی باتوں کا خیال رکھنا © ت کو مضبوط سے مضبوط تر بناتا چلا جاتا ہے۔ ² اس کے برعکس کرنے سے شکایات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جو بڑ__ بڑ__ تلخیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔حضور A نے خندہ پیشانی سے بھی ملنے کو بھی صدقہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح آقا A کا معمول تھا کہ جب کسی سے سلام £ تو å طور پر اُس کی طرف متوجہ ہوتے اور مصافحہ کرنے کی

صورت میں جب تک اگلا ہاتھ نہ چھوڑتا آپ A نہ چھڑاتے۔ یہ بظاہر معمولی دکھائی دینے والی باتیں دوسروں کے دلوں کو موہ h میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

ابو انیس صوفی برکتؒ نے بقول:

’’دل کی دنیا میں جو مقام دل نوازی کو حاصل ہے کسی اور عمل کو حاصل نہیں‘‘

چنانچہ اسلام کے اندر دوسروں کی دلجوئی کو ایک انتہائی اعلیٰ درجے کی نیکی قرار دیا گیا ہے اور دل آزاری کو حرام قرار دیا گیا ہے۔حضور A نے فرمایا:

من قضیٰ لا حد من اُمتی حاجة یرید ان یسره فقد سرنی و من سرنی فقد سر الله و من سرا الله ادخله الله الجنة.

’’جس شخص نے میرے کسی اُمتی کی حاجت روائی کی،اس نیت سے کہ وہ خوش ہو جائے تو اُس نے مجھے خوش کر دیا اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔‘‘

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے بقول:

’’گناہ اور C کے کاموں کو چھوڑ کر مخلوق کی رضا مندی میں ہی خالق کی رضا مندی ہے‘‘۔

(iii) وعدے کی پابندی

جب کوئی شخص ہمارے ساتھ وعدہ کرے بطور خاص کوئی ایسا وعدہ جس کا m ہماری کسی بنیادی ضرورت سے ہو تو ہمیں اس حوالے سے ایک توقع لگ جاتی ہے اور اُمید قائم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر وہ شخص اس وعدے کو من و عن پورا کر دے تو ہماری نظروں میں اُس کا اعتبار اور وقار بڑھ جاتا ہے لیکن اگر وہ وقت آنے پر وعدے کی خلاف ورزی کرے تو ہماری نظروں میں اُس کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے۔اور ہمارے ذہن میں اُس کے اکاؤنٹ میں اعتماد کی جو رقم جمع تھی وہ کم ہو جاتی ہے۔اگر وہ مختلف اوقات میں وعدہ خلافی کرے تو یہ اعتماد کا لیول تقریباً صفر پر آ جاتا ہے اور آئندہ ہم اُس کے کسی وعدے پر اعتبار کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہ ہی سب کچھ , اُس وقت بھی ہوتا ہے جب ہم دوسروں کے ساتھ وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔جب ہم کسی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرتے ہیں۔تو اُس کی نظروں میں اپنے اکاؤنٹ کافی رقم جمع کروا دیتے ہیں۔اور جب ہم وعدہ توڑتے ہیں تو کافی رقم نکلوا f ہیں۔

جب ہم کسی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑتے ہیں تو یہی نہیں کہ اُس کی نظروں میں اپنے آپ کو گراتے ہیں É خود بھی پنی نظروں میں گر جاتے ہیں اور ہمارا تصور ذات (Self Image) مجروح ہوتا ہے بات یہاں تک ہی نہیں رہتی É اس سے بھی آگے بڑھ کر اااللہ اور رسول A کی بارگاہ میں بھی ہمارا مرتبہ گھٹ جاتا ہے۔ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں اپنے بندوں کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ.

’’اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی نگہداشت کرتے ہیں‘‘۔(اš رج:۳۲)

اور دوسری طرف حضور A نے فرمایا:

لا دین لمن لا عهد له.

’’جو وعدے کی پابندی نہیں کرتا اُس کا کوئی دین نہیں ہے‘‘

غور کریں کہ وعدہ خلافی کے دنیا سے لیکر آخرت تک کتنے نقصانات ہیں۔ وعدہ خلافی ہمیں اپنی نظروں میں بھی گرا دیتی ہے، لوگوں کی نظروں میں بھی ہمارا وقار ختم کر دیتی ہے اور اللہ اور اُس کے رسول A کی بارگاہ میں بھی ہمیں مجرم بنا دیتی ہے۔لہٰذا ہمارے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم بہت سوچ ™ کر وہی وعدہ کیا کریں جس کے متعلق ہمیں یقین ہو کہ ہم پورا کر لیں گے۔اور پھر حتیٰ الوسع اُسے پورا کرنے کی کوشش کیا کریں۔اگر کسی بہت مجبوری کی صورت میں وعدہ کو پورا کرنا ممکن ہی نہ دکھائی دے رہا ہو تو پھر فریق ثانی کو قبل از وقت آگاہ کر دیں۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو بعد ازاں اپنی مجبوری بیان کر کے اُس سے معذرت کر h چاہیے تاکہ باہمی اعتماد کے لیول کو نقصان نہ ã ۔

محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری کی وطن وا 3 پرا L لیہ تقریب کا انعقاد

گذشتہ ماہ محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری (صدر فیڈرل کونسل تحریک منہاج القرآن) کے اعزاز میں حال ہی میں آسٹریلیا سے پی ایچ ڈی کی تعلیم å کرنے کے بعد پاکستان تشریف لانے پر ایک شاندار ا L لیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ ا L لیہ تقریب میں امیر تحریک صا ñ ادہ فیض الرحمن درانی، نائب امیر تحریک بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، قا z م ناظم اعلیٰ شیخ زاہد فیاض، نائب نا ۂ اعلیٰ، نا ۂ ، سربراہان شعبہ جات، سٹاف ممبران اور تعلیمی ادارہ جات کے سربراہان و اساتذہ کرام کے علاوہ طلبہ کی بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔

تقریب سے مرکزی قائدین نے اظہار خیال کرتے ہوئے محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری کو اعلیٰ تعلیم å کرنے اور وطن وا 3 پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کی۔

اس موقع پر محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری نے اصلاح احوال اور اخلاقیات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر بدیہی ہے کہ ایک اچھا معاشرہ اچھے افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے۔ اگر افراد صالح سیرت و کردار کے زیور سے آراستہ ہونگے تقویٰ اور صالحیت ان کے کردار کی نمایاں خصوصیات ہونگی تو ایسے افراد کے اجتماع سے ایک) صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا اور اگر افراد کمزور اور کھو? سیرتوں کے مالک ہونگے تو ان کی شخصیتیں تقویٰ، پرہیزگاری، ایثار وقربانی، عاجزی و انکساری اور ہمت و جرات سے عاری ہونگی۔ انفرادی زندگی کا مقصد اخلاقی کمال کا حصول ہے جس کے بعد انسان، انسانِ مرتضٰی بن جاتا ہے۔ انہی افراد پر مشتمل معاشرہ، معاشرۂ مرتضٰی B تا ہے۔ منہاج القرآن کا مقصد ایسے ہی معاشرے کا قیام ہے جہاں کا ہر انسان، انسانِ مرتضٰی ہو اور یہ معاشرہ و افراد اللہ کی رضا کے حامل ہوجائیں۔ غیر مسلم معاشرے اس لئے ترقی کی طرف گامزن ہیں کہ وہ اخلاقی کمال کے حامل ہیں۔ اگر ہم بھی اپنے آپ کو ترقی اور عروج کی منازل سے h رکرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں بھی اخلاقی کمال کو حاصل کرنا ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ کی رضا صرف علماء، مشائخ اور طبقۂ صوفیاء کے لیے مخصوص نہیں É اللہ نے اپنی رضا کے دروازے ہر طبقہ کے لئے کھول دیئے ہیں۔ کسی ایک طبقے تک رضا کو محدود کردینا اور بقیہ کو اس سے محروم کردینا اس کی شان کے لائق نہیں۔ دنیا میں موجود تمام پیشہ جات کی اصل اور بنیاد اللہ رب العزت کی صفات میں موجود ہے۔ لہذا جو بھی پیشہ اپنایا جائے اگر اس کے تقاضوں کو دیانتداری و امانتداری سے S یا جاتا ہے تو اس کے ذریعے بھی اللہ کی رضا کا حصول ممکن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک شان ''ï'' کی ہے وہ حفاظت فرمانے والا ہے۔ اب سیکیورٹی ا ª ں اور پولیس سے m رکھنے والے اپنے پیشہ ورانہ فرائض اخلاص اور دیانت داری سے ادا کریں تو وہ اللہ کو راضی کر M ہیں۔ اسی طرح ایک منتظم اپنے فرائض کی ادا 5 سے اللہ کی مخلوق کو آسانیاں دیتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ پس نیت کا اخلاص، محنت، دیانت داری شرط ہے اگر بندہ اپنے اندر یہ خصوصیات پیدا کرنے کی محنت کرلے تو وہ کسی بھی شعبہ سے m رکھتا ہو اللہ کی رضا حاصل کر Y ہے۔

☆ نیشنل مینجمنٹ کالج میں سینئر مینجمنٹ کورس کے ایک وفد نے محترم ڈاکٹر سید حیدر علی (ڈائر I سٹاف) کی قیادت میں تحریک منہاج القرآن کی فیڈرل کونسل کے صدر محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری سے ملاقات کی اور مرکزی سیکرٹریٹ کے مختلف شعبہ جات کا وزٹ کیا۔ محترم ڈاکٹرحسین محی الدین قادری نے وفد کے مختلف سوالات کے جوابات

دیے اورتحریک منہاج القرآن کے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے نیٹ ورک کے " سٹرکچر اور دعوتی اور تعلیمی خدمات کی ¬ ت بتاتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر دنیا کی 15 سے 20 یونیور - ں میں Ph.D کے مقالے ' جا رہے ہیں۔ یہ اس حوالے سے انکا منفرد اعزاز ہے کہ کسی شخصیت کی زندگی میں دنیا کی بڑی یونیور - ں میں مقالے لکھنے کا آغاز ہو جائے۔ شیخ الاسلام کی مذہبی، تعلیمی، رفاہی، امن عالم اوردعوتی خدمات کا W دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

اس موقع پر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے وفد کے اراکین کو شیخ الاسلام کی مختلف کتابوں کے سیٹ اور CD's کا j بھی دیا۔ محترم ڈاکٹر سید حیدر علی (ڈائر I سٹاف) نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری عالم اسلام کا اتنا بڑا حوالہ ہیں جس پر ہر پاکستانی کو فخر ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے ادارے بنائے ہیں اور انکا کام نہ صرف صدیوں کا قرض چکا رہا ہے É آنے والی کئی صدیوں کیلئے امت کو علوم کا ناقابل تردید j دے رہا ہے جو امت کو عروج کی طرف گامزن رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کا سایہ امت پر تادیر قائم رکھے۔

☆ گذشتہ ماہ استنبول (ترکی) سے آئے ہوئے اسلام ورلڈ ڈاٹ کام کے ایک وفد نے مرکزی سیکرٹریٹ کا دورہ کیا اورتحریک منہاج القرآن کی فیڈرل کونسل کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین القادری سے خصوصی ملاقات کی۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ تحریک منہاج القرآن اپنے آغاز سے ہی روایتی انداز تبلیغ کی بجائے جدید ڈیوائسز کے ذریعے تجدید واحیائے دین کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ دنیا کے گلوب پر جہاں معاشروں کا وجود ہے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی پرحکمت آواز ہمہ وقت امن و سلامتی اور محبت کا پیغام عام کر رہی ہے۔ منہاج القرآن سائبر میڈیا کے ذریعے بھی دعوت دین کا فریضہ انجام دینے میں لیڈنگ رول ادا کر رہا ہے۔ Û ٹرسکرین علوم و معلومات کا سمندر ہے اور کروڑوں لوگ اس میڈیا کا ا E ل کر رہے ہیں۔ اس لئے اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ کیلئے آج سائبر میڈیا کا چیلنج قبول کرنا ہوگا۔ امت مسلمہ کے سکالرز کو اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو T نا ہوگا۔

تحریک منہاج القرآن تعلیمی اداروں کا جال بچھا رہی ہے ہمیں مدرسہ سسٹم سے نکل کر عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ایسے ادارے بنانا ہوں گے جہاں جدید سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ اسلامک سا® بھی پڑھائی جائیں۔ ہمیں اعلیٰ اخلاقی قدروں کے حامل پروفیشنلز بنانا ہیں جو ملک و ملت کا نام روشن کریں۔ مختلف میادین میں اعلیٰ مقام حاصل کر لینا ہی مقصد نہیں É مقصد حیات امت اور انسانیت کیلئے آسانیاں پیدا کرنا ہونا چاہیے۔ اس لئے ایسے اداروں کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جو اعلیٰ اخلاقی قدروں سے مزین کرے اور وہ اپنے کردار و عمل سے ملک اور امت کا نام روشن کریں۔☆

تحریکی سرگرمیاں

بنگلہ دیش: (محمد ابوæم)

سلسلہ اشرافیہ کی عظیم روحانی شخصیت اور موجودہ سرپرست حضرت پیر شاہ صوفی اشرف الاشرفی ا < نی نے اپنے دورہ بنگلہ دیش کے دوران منہاج القرآن مرکز کا دورہ کیا۔ منہاج ساؤتھ ایشیئن کونسل کے صدر اور منہاج القرآن بنگلہ دیش کے امیر صوفی میزان الرحمٰن، جنرل سیکرٹری محمد ابوæم، منہاج القرآن یوتھ لیگ کے صدر سیف الاعظم بابر اور دیگر ممبران نے معزز مہمان کا ا L ل کیا۔ صوفی میزان الرحمٰن نے معزز مہمان کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا تفصیلی تعارف پیش کرتے ہوئے بنگلہ دیش میں منہاج القرآن کے کام کے حوالہ سے بریفنگ دی اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب بطور j پیش کیں۔ حضرت پیر شاہ صوفی اشرف الاشرفی ا < نی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے لئے اللہ رب العزت کی بہت بڑی Ú ہیں۔ وہ اس وقت اسلام کی جو خدمت کر رہے ہیں اسکی مثال نہیں ملتی خاص طور پر دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے بارے میں ان کی طرف سے دیا جانے والا فتوی پوری دنیا کے لئے ایک عظیم دستاویز ہے۔ میں شیخ الاسلام سے بہت محبت کرتا ہوں اور میں نے اپنے جملہ مریدین اور متوسلین کو یہ ہدایات جاری کر رکھی ہیں کہ منہاج القرآن کے ہر پروگرام میں شرکت کیا کرو۔

فرانس: (محمد علی رضا)

منہاج القرآن انٹرنیشنل گارج لے گونس کے زیراہتمام ماہانہ À گوشہ درود منعقد ہوئی جس کی صدرات حاجی خلیل احمد (سرپرست منہاج القرآن گارج لے گونس، فرانس) نے کی۔ À میں گارج لے گونس کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبران، منہاج القرآن یوتھ لیگ اور پاکستانی کمیونٹی کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت قاری نورالامین قادری نے حاصل کی۔ فیضان علی، ^ن صابر، ا$ق احمد، ارشد حسین، راجہ رضوان اور زاہد محمود چشتی نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ نعت پیش کی۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل فرانس کے ڈپٹی ڈائر I علامہ چودھری رازق حسین نے درود وسلام کی فضیلت احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں گفتگو کی۔

یونان: (زیب اd قادری)

منہاج القرآن ریندی (یونان) کے زیراہتمام آل یونان عظیم الشان À نعت منعقد ہوئی جس کی صدارت رانا وقار احمد خان (صدر منہاج القرآن یونان) نے کی۔ ان کے علاوہ سینئر نائب صدر جاوید اقبال اعوان، صدر منہاج پیس اینڈ اینٹی گریشن یونان سید محمد Õ شاہ، ناظم الحاج محمد شفیق اعوان، ناظم تعلیمات عبدالجبار p ی، ناظم رابطہ شاہد بٹ، جاوید اقبال لائبریرین، ناظم دعوت آصف قادری، صدر منہاج یوتھ لیگ عادل Pاد، ò ویلفیئر سوسائٹی کے راجہ مجاہد جرال، ß آباد ویلفیئر سوسائٹی کے چودھری محمد ندیم اور چیف ایڈیٹر ہفت روزہ آواز انٹرنیشنل یوسف چودھری À کے مہمان گرامی تھے۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت علامہ محمد نوا ز ہزاروی (ڈائر I منہاج القرآن اسلامک سنٹر ریندی) نے حاصل کی۔ قاری محمد اکرم زاہد نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ملک ² اعوان، امیر حسین، ظفر اقبال اعوان، ناصر اکبر، عادل، O احمد، رزاق الف #، شوکت علی الف

، اشرف چشتی، ندیم عباس، چودھری انصر، عبدالجبار، عبدالوہاب، چودھری محمد اسلم، Ž رعلی، عابد کپسیلی، باقر چغتائی، محمد اعجاز، فیاض گوہر، محمد عمران قادری کپسیلی، دانش بشیر کپسیلی، محمد یوسف چودھری، محمد افضال ماراتھونا، اور حق نواز ماراتھونا نے نعت رسول مقبول کی سعادت حاصل کی۔

ناروے: (عقیل قادر)

گذشتہ ماہ پاکستان سےm رکھنے والی سیاسی، مذہبی اور شوبز سے منسلک شخصیات نے منہاج لائبریری نارے کا وزٹ کیا اور ناظم لائبریری عقیل قادر سے اوسلو میں ملاقات کی۔ ان شخصیات میں پاکستان عوامی لیگ کے صدر شیخ رشید احمد، پاکستان کے معروف گلوکار فاخر احمد، ٹی وی اینکر اور t † احمد صابری، مشہور نعت خوان الطاف حسین شاہ کاظمی اور یورپ کے مشہور نعت خواں Martis Kurtis شامل ہیں۔ ان شخصیات کو منہاج لائبریری ناروے کا وزٹ کرایا گیا۔ اس موقع پر منہاج القرآن کی سرگرمیوں کے حوالے سے ان مہمانان گرامی کو بریفنگ دی گئی بعد ازاں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی طرف سے دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے خلاف – گیا فتوی اور دیگر کتب بطور j پیش کی گئیں۔ جس پر انہوں نے شکریہ ادا کیا اور شیخ الاسلام کی ملک پاکستان میں اور عالمی سطح پر خدمات کو سراہا۔

سو.. رلینڈ: (شبیر گوندل)

منہاج القرآن انٹرنیشنل سو..رلینڈ کے زیر اہتمام سید ظفر علیشاہ کی رہائش گاہ پر ماہانہ ترm ورکشاپ منعقد ہوئی جس کی صدارت زاہد فاروق نے کی۔ پروگرام میں تلاوت کلام پاک کی سعادت راجہ ارشد نے حاصل کی 2 آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ o ت محمد شبیر قادری نے پیش کیا۔ ورکشاپ کے شرکاء میں زاہد فاروق، G اقبال قادری، فیاض احمد میر، محمد شبیر قادری، بلال احمد، راجہ ارشد اور علامہ جابر حسین منڈیر نے شرکت کی۔ علامہ جابر حسین منڈیر نے " نیٹ ورک کو 4 بنانے اور کارکنوں کی تربیت کے لئے جملہ امور پر سیر حاصل گفتگو کی اور " سرگرمیوں کو مزید 4 بنانے کے لئے حکمت عملی مرتب کی گئی۔ بعد ازاں شرکاء نے بحث کے دوران اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا اور متفقہ فیصلہ جات کئے گئے۔ پروگرام میں سرگرم کارکنوں عارف بٹ، راجہ ارشد، ملک اقبال، لالہ غضنفر، میاں برادران، آفتاب احمد اور ظفر شاہ کی " خدمات کو سراہا گیا۔

TMQ پنجاب

(رپورٹ: سید توقیرd گیلانی۔ ناظم TMQ پنجاب)

گذشتہ ماہ تحریک منہاج القرآن (پنجاب) کی ایگزیکٹو کونسل کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت محترم احمد نواز انجم صاحب (امیر پنجاب) نے کی۔ اجلاس میں پنجاب بھر سے نائب نا ہ نے خصوصی شرکت کی۔ اجلاس میں گذشتہ فیصلہ جات اور ان پر عمل در آمد کی صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔ بعد ازاں زکوٰۃ مہم، عشر مہم، اعتکاف مہم اور خدمت دین فنڈ، پر ضروری فیصلہ جات کے بعد ماہانہ کارکردگی رپورٹس کا جائزہ لیا گیا۔

تمام صوبائی عہدیداران نے اپنی زیر نگرانی تحصیلات کی کارکردگی رپورٹس محترم امیر پنجاب کو پیش کیں موصولہ رپورٹس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا محترم سردار عمر دراز خان سیہڑ 301% کارکردگی کے ساتھ صوبائی تنظیم میں سرفہرست رہے اور MAN OF THE MONTH کا اعزاز حاصل کیا۔ اسی طرح تحصیلی تنظیمات میں راجن پور تنظیم 827% کارکردگی کے ساتھ پنجاب بھر میں سرفہرست رہی اور TE HSIL OF THE MONTH کا اعزاز حاصل کیا۔ پورے ہاؤس کی طرف سے محترم سردار عمر دراز خان کو اور راجن پور تنظیم کو مبارکباد پیش کی گئی۔

بعد ازاں محترم امیر پنجاب نے V ورکرز کنو- کے حوالے سے تفصیلی بریفنگ دی کہ پنجاب کے تقریبا 80%اضلاع میں V کنو- منعقد ہو چکے ہیں جس میں کارکنان اور تنظیمات نے اجتماعی اور انفرادی طور پر اچھی کارکردگی کا اظہار کیا۔

اجلاس میں درج ذیل تنظیمات کو دوران اعتکاف حسن کارکردگی کی أ ز دینے کا فیصلہ کیا گیا:

1 :وہ تنظیمات جن کے رفقاء کی مجموعی تعداد کم ازکم 200اور رcلر رفاقت کی شرح کم از کم 40%ہو۔

2:وہ تنظیمات جن کی یوسی تنظیمات 100% ہوں۔

3:وہ تنظیمات Mں نے مارچ تا جون 2012ء صوبائی تنظیم کی طرف سے ملنے والے ٹارگٹس 100% حاصل کئے ہوں۔

بعد ازاں صوبائی تنظیم نے محترم امیر پنجاب کی قیادت میں محترم ڈاکٹر صاñ ادہ حسین محی الدین قادری صاحب سے اجتماعی ملاقات کی۔ ملاقات کے دوران تحریک منہاج القرآن پنجاب کی کارکردگی رپورٹ بھی پیش کی گئی۔ جس پر صاñ ادہ صاحب نے صوبائی تنظیم کو مبارکباد پیش کی۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے صوبائی تنظیم کو ہدایات جاری کیں کہ

☆ ہر تحصیل میں منہاج القرآن سیل سنٹر قائم کیا جائے۔

☆دفاتر و لائبریریز کا قیام عمل میں لائیں۔

☆ قائد محترم کے پیغام کو عام کرنے کیلئے MP3 CD کو عام کیا جائے سی ڈی تحائف دیئے جائیں۔

☆سکولز میں لائبریریز کا قیام بھی عمل میں لایا جائے اور ان تمام پروگرامز کا Ûٹرائزڈ ریکارڈ بھی اپ ڈیٹ رکھا جائے ۔

خصوصی ہدایات برائے ànËÓjÃÚ شہر اعتکاف 2012ء

بحمداللہ تعالیٰ اس سال بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی زیرسرپرستی جامع المنہاج بغداد ٹاؤن ، ٹاؤن شپ لاہور میں شہراعتکاف آباد ہورہا ہے۔ جسے حرمین شریفین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اعتکاف ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور یہ اعتکاف تحریک منہاج القرآن کی T ان ہے۔ وہ ہزارہا خوش نصیب معتکفین جو امسال اس سعادت سے فیض یاب ہوں گے ان کیلئے مرکز کی جانب سے خصوصی ہدایات دی جارہی ہیں۔ جملہ معتکفین پران ہدایات کی پابندی لازمی ہوگی۔ نیز تنظیمات جن معتکفین کو لے کر آئیں گی اُن سے ان ہدایات پرعمل درآمد کروانا لازم ہو گا۔ جملہ تنظیمات، رفقاء وکارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور محنت کریں۔

1۔اعتکاف گاہ میں آنے سے پہلے کرنے والے کام

ا۔ پریشانی سے بچنے کے لئے بروقت ایڈوانس Ç کروالی جائے۔ اعتکاف گاہ میں Rئش کے مطابق Ç کی جائے گی اور معتکفین کی مطلوبہ تعداد å ہونے پر Ç بند کردی جائے گی۔ اعتکاف کی Ç کیلئے مقامی تنظیم سے رابطہ کریں۔

۲۔ اعتکاف رجسٹریشن فیس 1200 روپے ہے۔

۳۔ یکم جولائی سے 31 جولائی تک ایڈوانس Ç کی جائے گی۔ ۴۔اپنے ہمراہ ضروری سامان لے کر آئیں۔

۵۔ CDs، کتب، کیسٹ کی خریداری کیلئے رقم ضرور ساتھ لائیں مگر رقم اعتکاف گاہ میں موجود بینک میں جمع کروائیں۔

۶۔ اگر کوئی Fری ہے تو ڈاکٹر کی رپورٹ اور å ریکارڈ ساتھ رO ۔ ۷۔خواتین چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لائیں۔

۸۔ امیر I کی ذمہ داریاں سرانجام دینے کی صلاحیت کے حامل افراد کو تیار کر کے لائیں۔

۹۔ مقامی تنظیم کے ذریعے قبل از وقت مرکز کو اطلاع کریں تاکہ انتظامات 4 ہوسکیں۔

۱۰۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اصل قومی شناختی کارڈ ہمراہ لائیں، فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔

2۔اعتکاف گاہ میں آتے وقت

ا۔ بروقت آمد (ہجوم اور پریشانی سے بچنے کیلئے 20 رمضان المبارک کی صبح ہی تشریف لے آئیں)

۲۔ سیکیورٹی اور انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں۔ ۳۔ہر شخص اپنی اور اپنے سامان کی خود چیکنگ کروائے۔

۴۔ اعتکاف گاہ میں داخلہ ٹوکن کے % نہ ہوگا لہذا ایڈوانس Ç والے احباب اپنا ٹوکن ہمراہ لائیں۔

۵۔ موبائل فون اور قیمتی اشیاء بنک میں جمع کروا کر رسید حاصل کریں۔

۶۔ موبائل لانے سے اجتناب کریں، PCO کی سہولت دستیاب ہوگی۔

3۔دوران اعتکاف:

ا۔ معتکفین پر انتظامیہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون لازم ہوگا۔

۲۔ آرام کے وقت آرام ضرور کریں تاکہ اگلے دن Fresh ہو کر معمولات سرانجام دے سکیں۔

۳۔ دیگر معتکفین بالخصوص بزرگوں کا خیال رO اور اعتکاف گاہ میں موجود سہولیات کیلئے بزرگوں کو ترجیح دیں۔

۴۔ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور قرب الٰہی % مشکلات اور صبر کے ممکن نہیں، اس لیے دس روز پیش آنے والی مشکلات کو صبر وتحمل سے برداشت کریں۔ کیونکہ روزے سے برداشت اور صبر کا سبق ملتا ہے۔

۵۔ کسی بھی قسم کی پریشانی کی صورت میں شور شرابہ کرنے اور ماحول کو خراب کرنے کی بجائے انتظامیہ سے رابطہ کریں۔

۶۔ قرآن وحدیث کی روشنی بکھیرتا ہوا قائد محترم کا خطاب ہی حاصل اعتکاف ہے اس کو کسی قیمت پر Miss نہ کریں۔

۷۔ اعتکاف ایک ایسی سنت ہے جس میں اس کی روح کو مدنظر رکھنا لازمی امر ہے۔ لہذا اعتکاف میں تفریح کیلئے نہ آئیں É اللہ اور اس کے رسول A کی رضا کے حصول اور گناہوں سے توبہ کیلئے اعتکاف کریں اور اسکے جملہ تقاضے پورے کریں۔

۸۔ ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں نیز عملی طور پر باہمی مدد، خدمت وقربانی کا جذبہ لے کر اعتکاف میں آئیں۔

۹۔ جن احباب کے ساتھ خواتین بھی آئیں وہ احباب، خواتین اعتکاف گاہ میں ملنے کیلئے جانے یا فون کرنے سے اجتناب کریں۔

۱۰۔ صفائی کا خاص خیال رO ۔ کوڑا کرکٹ وضو خانہ اور باتھ روم کی جگہ نہ پھینکیں É کوڑے والے ڈرم میں پھینکیں۔

۱۱۔ کسی بھی مسئلہ کی صورت میں کنٹرول روم میں متعلقہ ذمہ داران سے رابطہ کریں۔

۱۲۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اپنے اردگرد کے ماحول اور افراد پر کڑی نظر رO ۔ کسی بھی مشکوک فرد یا لاوارث سامان/ شاپنگ بیگ، تھیلا وغیرہ دیکھنے کی صورت میں فوری انتظامیہ کو اطلاع کریں۔

۱۳۔ اپنے سامان کی خود حفاظت کریں۔

۱۴۔ انتظامیہ کی طرف سے جاری فیڈ بیک پروفارمہ اور کوائف فارم ضرور پر کریں۔

۱۵۔ دوسروں کیلئے آسانیاں پیدا کریں۔ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے گردونواح کے معتکفین کو کسی قسم کی تکلیف ã ۔

۱۶۔ آپ اپنی زکوٰۃ و Š ت اور فطرانہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے کیمپ پر جمع کرواM ہیں۔

4۔وا 3 : ا۔وا 3 کیلئے ٹرا i رٹ کا بندوبست بروقت کریں اور منتظمین کو اپنی ڈیمانڈ 26 رمضان المبارک تک فراہم کردیں۔

۲۔ اپنا å سامان ساتھ لے کر جائیں (شیخ الاسلام کے خطابات کی CDs، کتب اور کیسٹس زیادہ سے زیادہ اپنے ہمراہ لے کر جائیں)

۳۔ اپنے ô کی صفائی ضرور کر کے جائیں کیوں کہ عید کے فوراً بعد سکول کے ننھے منے طلباء نے تعلیم کیلئے یہاں آنا ہے۔

مرکزی W شہر اعتکاف 2012ء:

۱۔محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی (نگران) ۲۔محترم شیخ زاہد فیاض (سربراہ)
۳۔محمد جواد حامد (سیکرٹری) ۴۔محترم جی ایم ملک (نائب سربراہ) ۵۔محترم بریگیڈ J عبیداللہ رانجھا
۶۔محترم رانا محمد ادریس (نائب سربراہ) ۷۔محترم احمد نواز انجم (نائب سربراہ) ۸۔محترم راجہ محمد Õ اجمل (نائب سربراہ)
۹۔محترم سید الطاف شاہ گیلانی (نائب سربراہ) ۱۰۔محترم عاقل ملک (نائب سربراہ) ۱۱۔محترم شاہد " (نائب سربراہ)
۱۲۔محترم حاجی محمد اسحاق (نائب سربراہ) ۱۳۔محترم ساجد محمود z (نائب سربراہ) ۱۴۔محترم P ادرسول قادری (ڈپٹی سیکرٹری)
۱۵۔محترم صا ñ ادہ افتخار d (ڈپٹی سیکرٹری) ۱۶۔محترم ذیشان بیگ (ڈپٹی سیکرٹری)

منجانب: محمد جواد حامد (ناظم اجتماعات وسیکرٹری اعتکاف 2012ء)

0313/0333-4244365, 042-35163843